

مرا زنده پندار چوں خویشتم  
من آیم بجان گرتو آئی بتن

## تذکرہ

246

شیخ المشائخ، عارف ربانی، جامع شریعت و طریقت  
مشتاق الی لقاء الباری، ابوالمعارف حضرت شیخ حافظ  
محمد عنایت اللہ قادری شطاری المعروف بہ حضرت شاہ عنایت  
قادری رحمۃ اللہ علیہ قصوری ثم لاہوری مُرشد گرامی  
حضرت سید عبداللہ المعروف بہ حضرت سید بلّغی شاہ  
قصوری۔

مزار اقدس شاہراہ فاطمہ جناح (کوئٹہ روڈ) لاہور۔

—: (تالیف): —

میاں اخلاق احمد ایم۔ اے

—: ناشر: —

میاں اخلاق احمد ایم۔ اے ۳۳۳ شاہ باغ - لاہور۔

(پاکستان)

مرا زنده پندار چوں نویشتن  
من آیم بجان گرتو آئی بن

## تذکرہ

246

شیخ المشائخ، عارف ربانی، جامع شریعت و طریقت  
مشتاق الی لقاء الباری، ابوالمعارف حضرت شیخ حافظ  
محمد عنایت اللہ قادری شطاری المعروف بہ حضرت شاہ عنایت  
قادری رحمۃ اللہ علیہ قصوری ثم لاہوری مُرشد گرامی  
حضرت سید عبداللہ المعروف بہ حضرت سید بٹھے شاہ  
قصوری۔

مزار اقدس شاہراہ فاطمہ جناح (کوئٹہ روڈ) لاہور۔

—: (تالیف): —

میاں اخلاق احمد ایم۔ اے

—: ناشر: —

میاں اخلاق احمد ایم۔ اے ۳۳۳ شاہ باغ - لاہور۔

(پاکستان)

✓ ۲۹۷۶۶۹۱  
۱۹۷۷

25157

جملہ حقوق محفوظ

25157

|  |             |
|--|-------------|
| تذکرہ حضرت شاہ عنایت قادری شطاری       | نام تالیف   |
| میاں اخلاق احمد ایم۔ اے (پنجاب) لاہور۔ | مؤلف        |
| میاں اخلاق احمد ایم۔ اے                | ناشر        |
| ۳۳۳۳ - شاد باغ - لاہور۔                | طبع         |
| بار اول                                | سال طباعت   |
| ۱۹۶۴ء                                  | کتابت       |
| عبدالحمید مجموعہ ریچرچ و زیر آبادی،    | تعداد صفحات |
| ۱۲۰                                    | تعداد اشاعت |
| پانچ سو (۵۰۰)                          | مطبوعہ      |
| افضل شریف پرنٹرز لاہور۔                | زیر اہتمام  |
| میاں احمد بدر اخلاق صاحب               |             |
| بی ایس سی،                             |             |

# مندرجات

۳  
۱۰  
۱۱  
۱۲  
۱۳  
۱۴  
۱۵  
۱۶  
۱۷  
۱۸  
۱۹  
۲۰  
۲۱  
۲۲  
۲۳  
۲۴  
۲۵  
۲۶  
۲۷  
۲۸  
۲۹  
۳۰  
۳۱  
۳۲  
۳۳  
۳۴  
۳۵  
۳۶  
۳۷  
۳۸  
۳۹  
۴۰  
۴۱  
۴۲  
۴۳  
۴۴  
۴۵  
۴۶  
۴۷  
۴۸  
۴۹  
۵۰  
۵۱  
۵۲  
۵۳  
۵۴  
۵۵  
۵۶  
۵۷  
۵۸  
۵۹  
۶۰  
۶۱  
۶۲  
۶۳  
۶۴  
۶۵  
۶۶  
۶۷  
۶۸  
۶۹  
۷۰  
۷۱  
۷۲  
۷۳  
۷۴  
۷۵  
۷۶  
۷۷  
۷۸  
۷۹  
۸۰  
۸۱  
۸۲  
۸۳  
۸۴  
۸۵  
۸۶  
۸۷  
۸۸  
۸۹  
۹۰  
۹۱  
۹۲  
۹۳  
۹۴  
۹۵  
۹۶  
۹۷  
۹۸  
۹۹  
۱۰۰

صفحہ

تعارف از جناب سیف ذوالقرنین صاحب  
حرفِ اول از مؤلف

۱۶

قصور

اول

- ۱ قصور تاریخ کے آئینے میں
- ۲ قصور کا محل وقوع
- ۳ قصور علم و عرفان کی بستی

۲۰

حضرت حافظ محمد عنایت اللہ  
المعروف بہ شاہ عنایت قادری کے ابتدائی حالات  
زمانہ

دوئم

- ۱ آپ کا حسب و نسب
- ۲ والدین، ولادت، وطن اور رسم و القاب
- ۳ آپ کی تعلیم و تربیت
- ۴ قصور میں آپ کی اقامت اور سلسلہ درس و تدریس
- ۵ آپ کی حاکم قصور سے نزاع
- ۶ آپ کی لاہور میں آمد

۳۵

حضرت شاہ عنایت قادری کی علمی، دینی اور ادبی خدمات

سوم

- ۱ تعلیمات
- ۲ تصانیف
- ۳ آپ کی چند کتابوں کا تعارف

چہارم

باب چہارم حضرت شاہ عنایت قادریؒ کے بعض مشائخ اور سلسلہ طریقت

۱ حضرت شاہ عبداللہ شطاریؒ

۲ سلسلہ شطاریہ کی وجہ تسمیہ

۳ حضرت شاہ محمد غوث گوالیاریؒ

۴ حضرت شیخ وجیہ الدین علوی جراتیؒ

۵ حضرت شاہ عنایت قادری کے پیرو مرشد اور سلسلہ طریقت

۶ آپ کا شجرہ طریقت سلسلہ شطاریہ میں

۷ آپ کا شجرہ طریقت سلسلہ قادریہ میں

۸ مورخین اور تذکرہ نگاروں کا اشتباہ اور غیر محقق بیان

۹ آپ کا شجرہ طریقت سلسلہ سہروردیہ میں

۱۰ آپ کا شجرہ طریقت سلسلہ چشتیہ میں

۱۱ خاندان عشقیہ (شطاریہ) کے سلوک کے بارے

باب پنجم حضرت شاہ عنایت قادریؒ کے اخلاق و عادات اور کشف و کرامات

۱ آپ کے اخلاق و عادات

۲ آپ کے خوارق و کرامات

۳ آپ کے تبرکات

باب ششم وصال اور مزار اقدس

۱ وفات

۲ مزار مبارک

۳ کتبہ مزار مبارک

۴ عرس مبارک

باب ہفتم حضرت شاہ عنایت قادریؒ کی اولاد و حجاو، درگاہ عالیہ کی تولیت اور خلفاء

۱ اولاد و حجاو اور تولیت

۲ آپ کے قلم کار

۳ حضرت بیٹھے شاہ کے ابتدائی حالات

۴ شجرہ نسب

۵ آپ کی جائے پیدائش اور تاریخ ولادت

۶ حضرت بیٹھے شاہ قصوری یا اوجی ؟

۷ آپ کی تعلیم و تربیت

۸ مرشد کی تلاش

۹ رشتہ داروں کا طعنہ دینا

باب ہفتم حضرت بیٹھے شاہ کی شاعری

۱ شاعری

۲ نمونہ کلام

۳ مجموعہ کلام

باب ہشتم حضرت بیٹھے شاہ کا وصال اور مزار مبارک

۱ تاریخ وفات

۲ مزار مبارک

۳ مناقب و فضائل

باب نہم حضرت بیٹھے شاہ کا شجرہ حقیقت

۱ سلسلہ نظامیہ

۲ سلسلہ قادریہ

تتمہ (۱) از حوالہ جات "توضیحات" احوال بعض رجال و اماکن مذکور در تذکرہ

۱۰۲

۲ کتابیات

۱۱۷

۳ مؤلف کی دیگر تالیفات اور آراء

۱۲۰

246

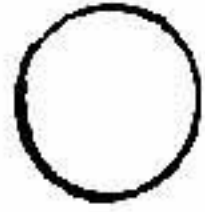
۹۶

۹۵

۱۰۰



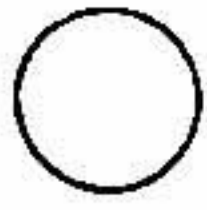
میں اس عقیدت کی بن پر جو میرے دل میں ہر وقت موجزن  
 ہے اور اس فیضان کی بدولت جس سے میں مستفید و مستفیض  
 ہو رہا ہوں۔ اپنی اسی ناچیز تالیف کو حضرت شیخ المشائخ،  
 عارف ربانی، قطب ولایت، جامع شریعت و طریقت، افاضل، المحسن  
 المحقق، الفقہی، المشائخ الی لقاء الباری ابوالمعارف حافظ  
 محمد عنایت اللہ قادری شطاری المعروف  
 بہ شاہ عنایت قصوری ثم لاہوری کے نام نامی اسم گرامی پر  
 معنون کرتا ہوں۔ عہد اہل وفا کی نذر محقر قبول ہو  
 خاک راہ درو منداں = اخلاق احمد  
 (کاچھو)



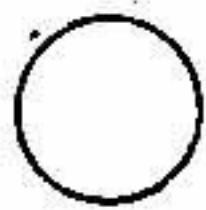
بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ



حضرت شاہ عنایت قادری



حضرت شاہ عنایت آل فرغ و چشم دین  
چشم و لطف و عنایت مائے رب العالمین





# تعارف

جناب سیف ذوالقرنین صاحب

اسلامی ثقافت کے ارتقاء میں تصوف کا ایک اہم مقام ہے جس کے بارے میں اب تک بہت کچھ لکھا جا چکا ہے اور آئندہ بھی یہ سلسلہ بدستور جاری رہے گا۔ برصغیر پاک و ہند کے بعض حصوں میں مسلمانوں کا داخلہ خلافت راشدہ کے دور میں ہی شروع ہو چکا تھا لیکن اسلام کی فتوحات کا دور محمد بن قاسم کے منہ پر حملہ سے ہوا، محمد بن قاسم کے تین سو سال بعد محمود غزنوی نے اس کام کو اور آگے بڑھایا۔ فتوحات ہند کے ساتھ ساتھ صوفیائے کرام کی آمد کا بھی آغاز ہوا اور برصغیر پاک و ہند میں دین اسلام کی شمع روشن ہونے لگی، صوفیائے کرام نے اسلام کی تبلیغ و ترویج میں وہ عظیم اور بھرپور کردار ادا کیا جس سے لوگ متاثر ہو کر اسلام کے دامن رحمت سے وابستہ ہوتے چلے گئے، ان اکابرین کی سعی و کوشش سے اسلام کی اشاعت عام ہوئی۔ کئی اسلامی شہر آباد ہوئے۔ کئی اسلامی مراکز قائم ہو گئے اور دین اسلام نے ترقی پائی۔

اس سلسلے میں جن اولیاء عظام نے جو خدمات انجام دیں وہ ہماری مذہبی اور ثقافتی تاریخ کا روشن باب بنی۔ یہ سعادت شمالی اور وسطی ہندوستان میں حضرت سید اسماعیل بخاری، حضرت علی بھومی، حضرت خواجہ معین الدین چشتی، حضرت خواجہ بختیار کاکلی، حضرت بابا فرید الدین مسعودی، گنج شکر، حضرت بہاء الدین زکریا ملتانی، حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء اور دیگر لاتعداد اور صوفیائے کرام کو بھی حاصل ہوئی جنہوں نے ہندوستان کے مختلف علاقوں میں قیام کیا اور خدمت دین کے لئے اپنی زندگیاں وقف کیں۔ علم دین کی بھرپور اشاعت کی، ان صالحین اور متقین کی مقدس جماعت میں حضرت شاہ عنایت قادری، قصوری، ثم لاہوری بھی اہم مقام رکھتے ہیں۔ آپ سلسلہ قادریہ شطاریہ سے منسلک تھے اور شمالی ہند پنجاب میں اس سلسلہ کو شروع دیا۔

آپ جید عالم، فقیہ اور عارفِ کامل تھے۔ ریاضت، حجاب، زہد و تقویٰ میں بلند مقام تھا، آپ کی زندگی پر ایک نظر ڈالنے سے جو بات نمایاں نظر آتی ہے وہ تقلید و اتباع سنت نبوی ہے۔ آپ کی زندگی کا واحد نصب العین دین اسلام کی خدمت اور سلسلہ قادریہ شطاریہ کی تبلیغ و اشاعت تھا۔ آپ

نے اپنے دور میں جو رشد و ہدایت کا سلسلہ جاری کر رکھا تھا اس سے ہزاروں فرزند ان اسلام اور ہندوکان خدا نے اپنے دلوں کو شمع نور ایمان سے روشن کیا آپ کی زندگی کا کوئی لمحہ تعلیم و تلقین، درس و تدریس اور ذکر و اہل سے خالی نہ ہوتا تھا۔ آپ کی بارگاہ سے عوام و خواص سب نے بلا امتیاز فیض پایا۔ آپ کے سلسلہ درس و تدریس اور عقیدت مندوں کی بڑھتی ہوئی تعداد نے حسین نمان خوشی کی کو فرم کر دیا اور اس کا یہ فکر علامہ قسور سے آپ کے خرد و جرح کا باعث ہوا آپ لاہور تشریف لے آئے اور لاہور میں درس و تدریس کا سلسلہ جاری رکھا۔

صوفیاء کے حالات میں بعض فاری کشف و کرامات کو صنویعیات سے تلاش کرتے ہیں مگر کیا بائے تو یہ کشف و کرامات ان کا منتہا ہے کمال نہیں ہو سکتیں، ان کا مقصد تو دنیا میں سچائی پھیلانا اور خود کو کتاب اور سنت نبویؐ کو اپنا کر انسانیت کا اعلیٰ نمونہ بنا کر پیش کرنا ہے تاکہ لوگ ہدایت پاسکیں۔ لہذا اولیاء کرام کو خراج عقیدت اس طرح پیش کیا جاسکتا ہے کہ ان کی زندگیوں کے صحیح خدوخال اور ان کی تعلیمات کو دنیا کے سامنے لایا جائے اور یہ بتایا جائے کہ ان کا زندگی کے بارے میں کیا نظر یہ تھا اور انکی خدمات کیا تھیں جو ان کی یادگار ہیں۔

میاں اخلاق احمد صاحب نے حضرت شاہ عنایت قادریؒ کا تذکرہ لکھتے وقت ان ہی باتوں کو مد نظر رکھا ہے جو لوگ کشف و کرامات کے متلاشی ہیں۔ ہو سکتا ہے کہ انہیں با یوسی ہو۔ خلاف اس کے جن لوگوں کا مطلع نظر اولیاء کرام کی زندگیوں کو سمجھنا ہے وہ یقیناً میاں صاحب کی پیش کش سے مستفید ہوں گے، آپ نے حضرت شاہ عنایت قادریؒ کے ہدائتی کے دور کی صحیح تاریخی تصویر پیش کی ہے جس میں رہ کر انہوں نے اپنی پاکیزہ زندگی گزاری اور اشاعت دین اسلام میں کوشاں رہے۔ ظلم و ستم کے شکار اور دھتکارے ہوئے انسانوں کو محبت بھرے انداز میں سامنے سے لگایا، زمانے کے ستارے ہوئے دکھیا انسانوں کو جب اس شمع فیروزاں کا پتہ چلتا تو وہ رواں دواں افراد اور جماعتی صورت میں دنیا کے ظلمت کدہ میں اپنے لئے سکون کی کرن حاصل کرنے کی خاطر آپ کی خدمت میں حاضر ہوتے۔ اس دور کا سیاسی پس منظر، معاشی اور معاشرتی حالات کا ایک خاکہ بھی پیش کیا ہے اور ان گوشوں کو اجاگر کیا جو آپ کے سیاسی بہتری کے زمانے میں شریعت کی حدود میں رہتے ہوئے حقیقت کے تقاضوں سے کس طرح نبرہ آڑا دئے، دین کی کیا خدمات انجام دیں اور سلوک کے راستوں کو کیسے طے کیا، اس بارے میں صاحب نے لوگوں کے غلط

بیانات اور غلط روایات پر سیر حاصل تبصرہ بھی کیا ہے۔

اس کتاب کی ترتیب میں قصور کی وجہ تسمیہ اور مختلف تاریخی ادوار اور اس کی حیثیت کے بیان سے کی ہے۔ بکھرے ہوئے بیانات کو نہایت ہی حسن طریقہ سے یکجا کرے ہیں جہاں تک حضرت شاہ عنقا قادریؒ کے بچپن اور تعلیمی حالات کا تعلق ہے اس سلسلہ کی ترتیب میں میاں صاحب نے مفقود و بھرا سے استفادہ کیا ہے لیکن اس کے باوجود ایک جید عالم کا تعلیمی پہلو پھر بھی تشنہ تکمیل رہ گیا ہے میں کسی حد تک میاں صاحب کی مجبوری سے کہ اس پہلو پر کتابوں میں بہت کم حالات ملتے ہیں اب تک کوئی تحقیقی کام نہیں ہوا جو آپ کے اس پہلو کو اجاگر کرے بلکہ اس سلسلہ میں روایات کہیں ہیں جو حقیقت حال سے کہیں دورے جاسکتی ہیں جن کو میاں صاحب نے اہمیت نہیں دی اور نظر انداز کر دیا۔ حضرت شاہ عنایت قادریؒ کی زندگی، آپ کے زمانہ کے حالات و واقعات، سن سے قبل کس مسئلہ میں موجود نہ تھے۔ کبھی کبھی انجارات اور رسائل میں پڑھنے میں آتے تھے مگر میاں صاحب نے ان حالات و واقعات کو اس نواز اور تسلسل کے ساتھ مع حوالہ جات اور حاشیہ کے یکجا کیا ہے کہ یہ کتاب ان اپنا قلمی جوہر، بن گیا جو ایک فرد کی کامیاب اور قابل تحسین کوشش ہے۔

ہماری دعا ہے کہ میاں صاحب کو اللہ تعالیٰ اطویل عمر، کثیر وسائل اور جواں ہمت عطا فرمائے تاکہ بزرگان دین کی اشاعتی و تبلیغی خدمات کا تذکرہ تازلیت کرتے رہیں اور ان کا یہ مشن کامیابی اور کامرانی سے ہمکنار ہو۔ آمین!

وما توفیق الا باللہ

احقر العباد

سیف ذوالقرنین

یکم اکتوبر ۱۹۸۲ء

۳۳۵ شاد باغ

لاہور

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ  
 الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ

## مخبرہ و نصیحت علیٰ سؤلہ الکرامہ حرف اول

ہماری ملی تاریخ جن درخشندہ ستاروں سے عبارت ہے، ان میں حضرت شیخ حافظ محمد عنایت اللہ قادری شطاری المعروف بہ شاہ عنایت قادری بھی ممتاز مقام رکھتے ہیں جن کی ذات روشنی کا بیبارہ نور تھی۔ ایک ایسی ذات کہ عقیدت مند اب بھی اکتساب نور کو رہے ہیں۔ آپ سلسلہ قادریہ شطاریہ سے منسلک تھے اور اس سلسلہ کا رنگ آپ پر شدت سے غالب تھا۔

سرزمین پاک و ہند میں سلسلہ شطاریہ کو جو مقبولیت حاصل ہوئی وہ اظہر من الشمس ہے۔ اس سلسلہ کے روح رواں حضرت شیخ عبداللہ شطاری (م. ۸۹۰ھ / ۱۴۸۵ء) تھے جو اپنے مرشد حضرت شیخ محمد عارف طیفوری رح کے ایمار پر ایران سے ہندوستان تشریف لائے۔ کچھ زمانہ جون پور میں گزارا پھر آپ مالوہ چلے گئے جہاں آپ کے سلسلے نے بڑا فروغ حاصل کیا اور کفر و الحاد کی یہ سرزمین بڑی سرعت کے ساتھ آفتاب اسلام سے روشن ہوئی۔ ہزاروں فرزندان توحید اور بندگان خدا کے دلوں میں شمع ایمان روشن کی اور اپنے اپنے مخصوص انداز میں اسلام کی خدمات انجام دیں۔

اسی سلسلہ کی ایک اہم کڑھی سلطان العارفين حضرت شاہ محمد غوث گویاری ہیں جن کی ذات بابرکات کی کرامات سے کفرستان ہند میں نور اسلام کے ایسے سوتے پھوٹے جس سے یہاں کی سرزمین سیراب ہوئی اور ہر صاحب علم و فہم نے اپنی اپنی استطاعت کے مطابق اکتساب کیا اور سلسلہ شطاریہ کی بھرپور اشاعت ہوئی۔

بابر بادشاہ، ہمایوں بادشاہ اور اکبر بادشاہ آپ کے بہت عقیدت مند تھے۔ چنانچہ بادشاہ بھی آپ کا بہت احترام کرتا تھا اور بیشتر آپ کا ذکر ادب سے کرتا تھا۔ سرزمین پاک و ہند کے ہر حصہ میں آپ کے خلفاء و مریدین پھیلے ہوئے تھے جو خاص کر آگرہ، دہلی، برہان پور،

مردودہ، احمد آباد، سنبھل، اجیر شریف، سرسند، کالی، بیجاپور، اہمیت، سارن پور، بہار میں دین اسلام کی شمع فروزاں کے ہونے سے اگرچہ بزرگان دین اور اولیائے کرام نے اسلام کی بے بہا خدمات انجام دیں اور پاک و ہند میں اسلام کی جڑیں مضبوط کرنے میں بھرپور حصہ لیا اور اپنے روحانی کمالات اور فیوض سے اطراف کو منور کیا تاہم دین کی شمع فروزاں رکھنے کے لئے مزید محنت و استقلال کی ضرورت تھی، اس مقصد کو حاصل کرنے کے لئے حضرت شیخ وجیہ الدین گجراتی علوی (م ۹۸۸ھ / ۱۵۸۶ء) جو آپ کے اجل خلفائے تھے، تبلیغ دین کے ساتھ تعلیم دین کا اپنے مدرسہ قومی میں اہتمام کیا اور اپنے بے نیاز استقلال سے دونوں کاموں کو جاری رکھا اور اصلاحی تہذیب و تمدن کی جڑیں مضبوط کیں۔

حضرت وجیہ الدین گجراتی علوی اپنے زمانہ کے بڑے عابد و متقی اور پابند شریعت بزرگ تھے۔ ہمیشہ دینی علوم کے درس و تدریس میں مشغول رہتے تھے۔ تمام عقلی اور نقلی علوم پر قدرت و عبور حاصل تھا۔ کثیر التصانیف عالم تھے۔ مختلف کتابوں کے بکثرت شرح و حاشی لکھے جو سند کا درجہ رکھتے ہیں۔ آپ کے خلیفہ حضرت سید ابوتراب المعروف بہ شاہ گداقاری شطاری کی وجہ سے شمالی پنجاب (لاہور) میں اس مسلک کی ترویج و اشاعت ہوئی۔ آپ نصیر الدین ہمالیوں کے عہد حکومت میں شیراز سے لاہور تشریف لائے۔ آخری عمر میں حضرت سلطان المشائخین وجیہ الدین گجراتی علوی کے مشرف ہونے اور خلافت ولایت حاصل کی پھر مرشد کی وفات کے بعد لاہور تشریف لائے۔ شمالی پنجاب (لاہور) میں اس سلسلہ کو فروغ دیا۔ ان کے خلفاء نے بھرپور اشاعت کی بیشتر علماء اور عوام الناس حاضر خدمت ہو کر فیضیاب ہوئے۔

ملا عبدالقادر بدایونی بیان کرتے ہیں کہ شاہ ابوتراب جو اکابر سادات شیراز تھے اور سب سلاطین بگرات ان سے رجوع کرتے تھے۔ اکبر کی ملازمت میں حاضر ہوئے۔ اکبر نے شاہ ابوتراب کو میرٹھ کے قریب سے امیر جان بنا کر حاجیوں کے قافلہ کے ساتھ روانہ کیا۔ آپ کی نسبت سلسلہ شطاریہ و قادریہ میں حضرت شیخ وجیہ الدین گجراتی علوی سے تھی۔

حضرت شیخ وجیہ الدین گجراتی علوی کی پناہ میں جو ہستی تھی ائی وہ آسمان لازوال پر عظمت و شہرت کا ستارہ بن کر چمکی۔ حضرت شاہ عنایت قادری اسی چمنستان شطاریہ کے گوشہ سے تعلق رکھتے ہیں۔ آپ عابد و عارف اور معقول و منقول کے جزو خوار تھے۔ آپ کی زندگی کا کوئی

جو تعلیم و تلقین، درس و تدریس اور ذکر الہی سے خالی نہ تھا آپ کی صحبت علم و عرفان اور عشق و محبت کا نمونہ تھی آپ کثیر التصانیف عالم ہونے کے باوجود ایک عظیم صوفی بھی تھے۔ آپ نے علم و معرفت کے جو موتی بکھرے تھے وہ راہِ طریقت میں زادِ راہ کا درجہ رکھتے ہیں۔ آپ نے شمالی پنجاب (لاہور) میں سلسلہ شطاریہ کو فروغ دیا۔

سلسلہ سہروردیہ اور چشتیہ میں حضرت ابوالشرف سید ایساں کے مرید اور خلیفہ تھے اور سلسلہ قادریہ میں حضرت برہان الدین رازا الہی (برہان پوری) جو حضرت شیخ علی سیّدھی ۶۷۷ھ میں اولیاء کے خلیفہ تھے، کی شاخ سے تعلق رکھتے ہیں۔

کتاب ہذا آپ کی مختصر سوانح حیات ہے۔ یہ کتاب ایک ایسے عالم اور صوفی کے حالات پر لکھی گئی ہے۔ جنہوں نے ہماری سیاسی، مذہبی اور معاشرتی تاریخ میں اپنی سیرت و کردار کے نمٹ نقوش چھوڑے ہیں اور جنہوں نے اپنی زندگی کا وہ پائیدار نقش لوگوں کے دلوں پر چھوڑا جو ہمیشہ قائم و دائم رہے گا۔ اگرچہ وہ اس وقت عالم وجود میں موجود نہیں ہیں لیکن ان کا نیک نام اور برگزیدہ کام، اعلیٰ صفات اور مفید تعلیمات کا اثر ہمیشہ زندہ اور موجود رہے گا۔

یہ ایک ناقابل تردید حقیقت ہے کہ شمالی پنجاب خاص کر لاہور اور قصور میں تبلیغ اسلام اور تعمیر ملت کے اہم فریقہ کو بدامنی کے دور میں جسے ہر طرف سے سکھوں کے طوفانی عناصر نے گھیر رکھا تھا، بخوبی انجام دیا جس کی مثال کم نظر آتی ہے۔

”غایۃ الطماشی“ جو شرح و قیام پر آپ کا عربی منشور میں حاشیہ موجود ہے جس میں آپ نے فقہی مسائل کی توضیح و تفسیح کی ہے، آپ کی علیت و فضیلت کی ایک روشن دلیل ہے۔ راقم کی اہل علم و ادب اور دانشوروں سے استدعا ہے کہ اس نایاب علمی کتاب کو زیور طباعت سے آراستہ کیا جائے تاکہ تشنگان علم و ادب اس بے بہا خزانے سے استفادہ کر سکیں۔

معاصرانہ تذکروں اور کتب تاریخ میں آپ کا ذکر نہ ہونے کے باعث آپ کے بچپن اور آغاز جوانی کے حالات بڑی حد تک پرودہ اتفا میں ہیں۔ اس بات کا بھی علم نہیں ہو سکا کہ آپ کس درسگاہ سے فارغ التحصیل ہوئے اور وہ مقام لاہور یا قصور کے کس حصہ میں واقع تھا۔ ابتدائے تعلیم سے انتہائے علم تک، عالم نے محقق تک اور تحقیق سے تسوف تک کے فاصلے کب اور کیسے طے کئے اور دستیاب اصل مصادر اور ماخذ کی روشنی میں آپ کی صحیح شخصیت، کارنامے اور ہم عصر تاریخی

حالات، دینی اور علمی خدمات کا ایک تفصیلی جائزہ پیش کیا جا رہا ہے اور اس کے ساتھ ہی آپ کے بعض مشائخ طریقت اور پیر و مرشد کا زمانہ ان کی تعلیمات، علمی و دینی خدمات جو ان کی زندگی کا اہم پہلو تھا، بیان کر کے وہ ماحول پیش کر دیا ہے جس پر آپ اور دوسرے عظیم الشان بزرگ جادہ طریقت پر گامزن ہوئے، حضرت شیخ عبداللہ عیاشی، مشائخ سلسلہ شطاریہ کی مجلس کو جنت کی کیاریوں میں سے ایک کیاری بیان کرتے ہیں (کان مجلسہ روضۃ من ریاض الجنۃ) اور مسائل حکمت کی تحقیق پر کلام صوفیہ کو ترجیح دیتے تھے۔

مشائخ قادریہ و شطاریہ نے لا محدود اصلاحی و تبلیغی کام انجام دیئے، تبلیغ اسلام اور تہذیب معاشرہ کے باب میں اس سلسلہ کے کابین کی بڑی خدمات ہیں۔ ان بزرگوں کے حالات زندگی نہایت شرح و بسط کے ساتھ متقدمین کے تذکروں میں مل جاتے ہیں۔ ان کے علاوہ کئی اور مفصل و مجمل تذکرہ لکھے گئے ہیں جو علمی تحقیق و تجسس سے مزین ہیں۔ البتہ حضرت شاہ عنایت قادری اور ان کے خلیفہ اعظم حضرت بٹھے شاہ کا تذکرہ کم یاب ہے۔

اس تحریر میں ہر ممکن کوشش کی گئی ہے کہ حالات و واقعات بالکل درست و سچ کے بجائے مبالغہ سے قطعاً اجتناب کیا گیا ہے۔ جہاں کہیں شک و شبہ پیدا ہوا ہے یا تو وہ واقعات چھوڑ دیئے ہیں یا پوری تحقیق کے بعد رقم کئے گئے ہیں۔ البتہ حضرت شاہ عنایت قادری کے ذکر میں جہاں کہیں کسی اور بزرگ یا کسی اہم ہستی کا نام آ گیا ہے، تتمہ میں اس کا ذکر نہایت اختصار کے ساتھ تحریر کر دیا ہے۔ اکثر مقامات پر ماخذ کے حوالے بھی درج کر دیئے گئے ہیں تاکہ مفصل مطالعہ کے لئے اصل کی طرف رجوع کیا جاسکے۔

میں آخر میں اپنے محبت جناب حکیم محمد موسیٰ صاحب امرتسری، محترمی جناب عالمگیر شجاع صاحب جناب عالم حسین چیمہ صاحب ایم اے ایل ایل بی، جناب سیف ذوالقرنین صاحب محترمہ درجف صاحبہ کا شکریہ گزار ہوں کہ ان حضرات نے اس کتاب کی تدوین و تالیف میں میری مدد فرمائی، قیمتی مشوروں سے مجھے نوازا، بعض قابل قدر نایاب کتب اور مواد فراہم کئے۔ ان کے علاوہ اپنے دوستوں اور بزرگوں کا خاص کر اولاد حضرت شاہ عنایت قادری، صدر واراکین، بزم تاجران، ثرو سبزیان (لاہور) کا بھی شکریہ ادا کرتا ہوں۔ جنہوں نے اپنے مشوروں اور دعاؤں سے نوازا، جناب سیف ذوالقرنین صاحب میرے شکریہ کے مستحق ہیں۔ جنہوں نے اس کتاب کے مسودہ پر نظر ثانی فرمائی۔

فالے انہیں جزائے خیر عطا فرمائیں۔ آمین !

میاں عبد الحمید صاحب جموعہ (وزیر آبادی) کا یہ بے حد ممنون ہوں جنکا تعاون اول تا آخر مجھے حاصل  
تحریر و ترتیب اور کتابت و طباعت کے جملہ مراحل میں نہایت محبت و خلوص سے میرا ساتھ دیا۔  
ناظرین سے میری استدعا ہے کہ اگر مجھ سے کوئی غلطی ہوئی تو درگزر فرمائیں اور مجھے اپنی پیش  
نوہات اور زریں آراء سے محروم نہ رکھیں۔

آخر میں دعا گو ہوں کہ اللہ تعالیٰ میری اس حقیر خدمت کو قبول فرمائے اور اسے فلاح دارین کا  
بہ بنائیں۔ آمین ثم آمین !

نحاک راہ دردمندان

میاں اخلاق احمد عفی عنہ

(کاچھو)

۳۳۳ شاد باغ لاہور

یکم مارچ ۱۹۸۴ء



بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

علم حق غیر از شریعت پیش نیست

اصل سنت جز محبت پیش نیست

تذکرہ حضرت حافظ محمد عنایت اللہ المعروف بہ شاہ عنایت قادری

## قصور

① قصور تاریخ کے آئینہ میں | قصور کی قدیم تاریخ، روایات، قیاسات اور حکایات پر مبنی ہے۔ کوشش کے باوجود علمی اور نقلی طور پر یہ معلوم

کرنا ناممکن ہے کہ اس نامور مقام کا پہلے پہل نام کب اور کیسے رکھا گیا اور اس کا بانی کون تھا لیکن تحقیقی کاوش سے جو مواد حاصل ہو سکا ہے وہ یہاں بیان کیا جاتا ہے۔

کتاب تاریخ میں مختلف روایتیں لکھی ہوئی پائی جاتی ہیں۔ صاحب خلاصۃ التواریخ بیان کرتا ہے کہ لہور کشور و فرزندانِ دل مند ہراجہ رام چندر اوتار کے تھے جب وہ دونوں پنجاب میں رونق افروز ہوئے تو لہور یعنی لاہور اور کشور یعنی قصور آباد کیا۔ مولوی نور احمد حسینی بھی اسی قول کی تصدیق کرتے ہوئے یوں رقمطراز ہیں۔ ”رام چندر کے دو بیٹے تھے ایک ”کشور“ اور دوسرا ”لہور“ تھے۔ لہور نے شہر لاہور آباد کیا اور کشور نے کشور جو بالفعل قصور ہے اور وہ بعد میں راجہ رام چندر کے اچھو چھیا میں گدی نشین ہوا۔“ اس کے علاوہ برنی، صاحب تاریخ فیروز شاہی بیان کرتا ہے کہ غیاث الدین تغلق کے عہد حکومت (۱۳۲۰ء تا ۱۳۲۴ء) میں ایک صاحب علم ملک سراج الدین قصوری دہلی میں سے تھا۔ قصور کا باشندہ تھا اور وہ اسی بستی کی نسبت سے قصوری معروف تھا۔

مشہور بزرگ شاعر امیر خسرو نے اپنی مثنوی قرآن السعدین ۶۸۸ ص ۱۲۸۹ء میں مغول کے حملے کا ذکر کرتے ہوئے شمالی ہند (پنجاب) کے دو معروف شہروں کا نام لاہور اور قصور درج کرتا ہے۔

از قدم شوم مغل آل بلاد نام و نشانی ز عمارت نزار

از حد سامانہ تا لاہور پیش عمارت نہ مگر در قصور

مذکورہ اشعار سے اس بات کا انکشاف ہوتا ہے کہ ساتویں صدی ہجری کے آخر میں حضرت امیر خسرو کی زندگی میں قصور عمارات سے مزین تھا اور لوگ آباد تھے، آب و ہوا اچھی اور صحت بخش تھی، قصور اور اس کے گرد و نواح کی زمین زرخیز تھی اور شمالی کنارے دریا مے پیاس پھتا تھا، جوں جوں زمانہ گزرتا گیا حالات بدلتے گئے، پرانی عمارات کے گر جانے کے بعد قصور کی تعمیر از سر نو عمل میں آئی اور بتدریج چند کوٹ پنجنہ تیار ہو گئے۔ ہر ایک سردار اور رئیس نے قصور کی آبادی کو بڑے شوق سے بڑھایا، علیحدہ علیحدہ سستی اپنے نام پر آباد کرائی اور چند کشت تک رونق بڑھتی گئی۔ یہ افغان قوم کے باشندے تھے اور قوم افغانہ کی ایک شاخ خویشگی سے تعلق رکھتے تھے جو زمانہ قدم سے قصور میں آباد چلی آ رہی تھی اس قبیلے میں بھی ارباب علم و فضل اور امراء و روسا ہوئے جن کے نام شہرت و عظمت کی وجہ سے تاریخ میں نمایاں و ممتاز نظر آئے۔ پھر سکھ گردی نے اس پر رونق شہر کو تباہ و برباد کیا اور جلا کر خاکستر کر دیا۔

مفتی خیر الدین مرحوم نے "عبرت نامہ" میں قصور کے حالات اس طرح بیان کرتے ہیں۔ کتاب کا اصل متن ملاحظہ کریں :-

"آغاز مسموری آل مورخاں اہل اسلام از وقت سلطان محمود غزنوی می شدہ بودند (نوشتہ اند) چنانچہ لاہور (لاہور) از سر نو ملک ایاز آباد کردہ و شہر قصور را افغاناں علیسی زئی کہ مع بادشاہ موصوف درین سر زمین رسیدہ قطعہ زمین بلپسندیدہ آباد کردند و افغاناں دولت زئی اول در موضع مناسصل رکھان والہ استقامت و تریبہ من بعداں قصور رفتہ آباد شدہ اند تا (عہد) نواب عبدالصمد خاں کہ حسین خاں خلیف زئی ریاست قصور داشت خوب آباد بود چون حسین خاں در جنگ نواب محمود از دست سید حسین علی خاں اعتقاد بضر بترکمان جاں بحق تسلیم نمود شہر قصور بسبب افتاد جریمانہ خراب گردید و من بعداں سردار بہری سنگھ و گنڈا سنگھ و جھنڈا سنگھ پورنس آوردہ تمام شہر مذکور غارت کردہ سوزا نیدند،"

گذشتہ صدی میں لاہور اور اس کے گرد و نواح کے حالات پر تین مشہور کتابیں لکھی گئی تھیں۔ تحقیقاتِ چشتی از مولوی نور احمد چشتی جو ۱۸۶۶ء میں طبع ہوئی، تاریخ لاہور جو رائے بہادر کنہیا لال نے ۱۸۸۴ء میں شائع کی اور ہسٹری آف لاہور جو خان بہادر سید محمد لطیف نے انگریزی زبان میں لکھی یہ کتاب ۱۸۹۲ء میں چھپی مگر مولوی نور احمد چشتی کے معاصرین میں سے ایک بزرگ سستی مفتی تاج الدین

بن مفتی امام الدین بن قاضی نظام الدین بھی تھے جنہوں نے ۱۸۶۷ء میں میجر جان کلارک ڈپٹی کمشنر کے  
سے ضلع لاہور (قدیم لاہور) کے حالات قلم بند کئے۔ وہ قصور کے بارے لکھتے ہیں :-

”قصور بھاری قصبہ اور پرائی بستی اور نامور مکان ہے چونکہ آبادی اس کی منتشر اور منحصر بچند کوٹ ہے  
اس لئے اہل طبائع نام اس کا قصور جمع قصبہ بیان کرتے ہیں اور ہندو بیان کرتے ہیں کہ اصلی نام اس کا کشور  
ہے اور کشور اختصار کشور پور ہے علی گولاہور اختصار لور اور کہتے ہیں کہ کشور اور لوہو دونوں بیٹے رام  
کے تھے۔ جس زمانہ میں لوہو پور المعروف لاہور آباد کیا۔ اسی زمانہ میں کشور بعد المعروف کشور  
بنیاد رکھی۔ اگر یہ بات حقیقت میں درست سمجھی جائے تو پھر قصور اپنا قصور نہیں ہے۔ ۱۸۸۲ء میں  
بادشاہ نے یہ بستی کہ بہتیت دیہ خام آباد تھی، پٹھانوں کو جو کہ پھر کاب شاہ مدوح ولایت مغربی سے آئے  
تھے بطور معافی رحمت کی، انہوں نے بڑے شوق سے اس کی آبادی کو بڑھایا اور مکانات پختہ بنا کر  
موضع کو صورت قصبہ بنایا۔“

④ **قصور کا محل وقوع** | بستی قصور دریائے بیاس کے شمالی کنارے پر واقع ہے اور فیروز پور  
روڈ پر لاہور سے ۳۴ میل دور جنوب مشرق میں آباد ہے۔

زمانہ قدیم سے اہل علم کامرکز رہا ہے جیسا کہ بیان کیا جا چکا ہے کہ قصور کے افغان زیادہ تر خوشگلی نسل  
سے ہیں۔ قصور میں جن کے موجود ہونے کا ثبوت ساتویں صدی ہجری تک ملتا ہے۔ ان کی اصل وادی  
افغانستان (یکہ توت) سے جو صوبہ کابل میں واقع ہے۔

⑤ **قصور علم و عرفان کی بستی** | قصور ایک تاریخی قصبہ ہے۔ زمانہ قدیم سے یہ بستی علم و عرفان کا  
مرکز رہی، صوفیائے کرام میں پیر و شوریانی حضرت شاہ

کمال چشتی، حضرت حافظ محمد عنایت اللہ المعروف بہ شاہ عنایت قادری، حضرت سید بلھے شاہ، علمائے  
کرام و ذیشان میں مولانا رحمت و نوزی، اخوند سعید، خواجہ حافظ غلام مرتضیٰ، خواجہ محمد مقیم مجددی، خواجہ  
عبدالخالق، بایزید قصوری (م ۱۰۹۰ھ)، مولوی محمد شریف نقشبندی (م ۱۱۵۳ھ) اور شرعائے نامدار میں تسلیم  
والہمد اہل قصور کے اسمائے گرامی علمی دنیا میں تراز مقام رکھتے ہیں۔ دور اخیر کے علماء و اکابر میں مولوی  
غلام محی الدین، (م ۱۲۶۰ھ) مولوی غلام علی، (م ۱۳۰۶ھ)، مولوی غلام دستگیر، (م ۱۳۱۵ھ) مولوی غلام اللہ

دم ۱۳۴۱ء، مولوی غلام رسول، مولوی محمد شفیع ڈاکٹر دم ۱۳۸۲ء، مولوی عبدالرسول ابن مولوی غلام محی الدین علم و فضل کے درخشندہ ستارے گزرے ہیں جو مقبول ترین شخصیتوں کے مالک تھے۔ ان کے علاوہ کسی اور علماء و صلحاء کا ذکر آتا ہے جو حضور میں اقامت پذیر ہوئے۔ جن کے دم قدم سے بستی قصور نے مزید شہرت اور عظمت پائی۔

مذکورہ بیان سے یہ بات عیاں ہوتی ہے کہ قصور ایک قدیم بستی ہے جس کو افغانوں نے آباد کیا۔ اور صوفیائے کرام، علمائے عظام اور شعرا نامدار نے اپنا مسکن بنایا۔ خدمتِ دین کے لئے زندگیاں وقف کیں اور عہدِ دین کی بھرپور شاعت کی، ان بزرگانِ دین کی شیریں گفتار، ان کا زہد و تقویٰ، ان کی سیرت و کردار اور روحانی فیوض و برکات نے قبولِ اسلام کے سلسلے میں جاودا اثر کام کیا۔ آج ان کے مراقد مرجعِ خلافت اور باعثِ رشد و ہدایت ہیں۔

ان صوفیائے کرام کے جماعت خانے ایسی روحانی تربیت گاہیں تھیں جہاں قلب و روح کی بیماریوں کا علاج کیا جاتا تھا، خدا ترسی، انسان دوستی اور فکرِ آخرت کی صفات پیدا کی جاتی تھیں۔ انہی بزرگانِ دین میں سے حضرت حافظ محمد عنایت اللہ المعروف بہ شاہ عنایت قادری جو زیورِ تالیف کتاب کا موضوع ہے ایک ممتاز مقام رکھتے ہیں۔ آپ کی روحانی شخصیت و علمیت اور عظمت و احترام کا اندازہ صرف اس سے لگایا جا سکتا ہے کہ مخدوم پنجاب حضرت خواجہ حافظ غلام مرتضیٰ رضویؒ سے قصور می کے دو نامور شاعر اور پنجابی زبان کے غیر فانی شاعر سید وارث شاہ پنجاب کا کیٹس (KEATS) اور عظیم روحانی پیشوا حضرت سید بلغم شاہؒ آپ کے عقیدت مند تھے۔ حضرت سید بلغم شاہؒ علم ظاہری و باطنی سے متصف تھے، حرقہ خلافت سے سرفراز تھے اور خلیفہ اعظم کے نام سے معروف زمانہ ہوئے مگر کسی سوانح نگار نے سید وارث شاہؒ کی آپ سے مریدی یا خلافت کے بارے کوئی دلیل نا طوع پیش نہیں کی۔



حضرت حافظ محمد عنایت اللہ  
المعروف بہ شاہ عنایت قادری

(۷)

## ابتدائی حالات

شہنشاہ اورنگ زیب عالمگیر کے عہد میں لاہور علم و ادب کا مرکز ہونے کے ساتھ ساتھ شریعت و طہارت کا بھی گہوارہ تھا۔ اس دور میں دینی تصوف کی عظیم المرتبت اور صاحب علم و بصیرت شخصیتوں کے علاوہ ہم کو ایک عظیم اور درختان ہستی بھی نظر آتی ہے جو ہندو عالم کے باوجود ایک عظیم صوفی بھی تھے جن کے کارنامے تاریخ تصوف میں یادگار ہیں اور جن کی خدمات آپ زریں سے لکھنے کے قابل ہیں۔ ان کا نام نامی اسم گرامی حافظ محمد عنایت اللہ حضرت شاہ عنایت قادری ہے۔ آپ سلسلہ قادریہ شطاریہ کی ایک اہم اور مقبول ترین شخصیت ہیں۔ آپ نے بوریہ نشینی کے باوجود عوام کی اصلاح کی، انکو دینی تعلیم کی طرف دعوت دی۔ اشاعت علم دین کے درس جاری کئے۔ اس درس گاہ سے بڑے بڑے فلسفی، علامہ، متطقی، فقیہ، محدث، شاعر اور حریت نواز وحی گو اہل علم پیدا ہونے جو فخر اہلادب نے اور علم و ہنر کی جو مشعلیں روشن کیں ان سے قوم کے تجھے ہوئے چراغ صدیوں تک روشنی حاصل کر رہے ہیں۔ درس قرآن و حدیث اور سلوک کی تعلیم آپ کی درس گاہ کا خاص حصہ تھا۔ آپ کی درس گاہ ایک روحانی تربیت گاہ تھی جس میں روح کے روگی داخل ہوتے اور تربیت کاملہ پاکر اپنے اپنے علاقوں کو واپس جاتے۔ زبوں حالی میں مردہ دلوں کو زندہ کرتے اور نور کردار سے منور کرتے۔ غرضیکہ آپ کی ذات گرامی ایک ادارہ طہارت اور درس گاہ تصوف تھی۔ آپ کی صحبت عشق و سلوک، عقیدت و حجت، عبادت و ریاضت کی قیام گاہ تھی، عوام اور کثیر علماء نے آپ سے اکتساب فیض کیا۔

حضرت شاہ عنایت قادریؒ کا زمانہ مغلیہ حکومت کے انحطاط اور زوال کا دور تھا۔ معاشرہ  
 ① زمانہ پر تباہی کے آثار پوری طرح نمودار ہو چکے تھے۔ مذہب کی روح اختتام پر تھی۔ پیر  
 آشوب اور پرفتن دور تھا، تاریخ و تحقیق کی روشنی میں بتلایا گیا ہے کہ اس دور میں سماجی و مذہبی حالت  
 بدتر تھی، انسانوں میں کہتری و کمتری کا رواج بدستور قائم تھا، انسان، انسانوں کے بندے اور غلام بن کر  
 رہ گئے تھے، خدا پرستی کی بجائے نفس پرستی اور توہم پرستی کی رسوم باقی تھیں۔ خلاف اس کے حکمران  
 طرح طرح کی داخلی شورشوں اور خارجی خلفشار سے دوچار تھے۔ صوبائی ناظم، حکام مرکزی کمزوری اور بربادی  
 سے فائدہ اٹھا کر خود مختار حاکم بننے جا رہے تھے۔ سارے ہندوستان میں گویا پورے طور پر بد امنی اور  
 طوافِ املو کی پھیلی ہوئی تھی۔ سکھ سرزمین پنجاب میں زور پکڑ رہے تھے۔ عمالی پنجاب میں اتنے کمزور  
 ہو گئے تھے کہ زمینداروں سے اپنے لئے مالیہ وصول نہ کر سکتے تھے، لٹیروں نے غارتگری کا آغاز کر دیا، کوئی قصبہ  
 اور گاؤں ایسا نہ رہا جو لوٹ مار اور قتل و غارت سے بچا ہو۔ المذہب سکھ گردی نے پنجاب بالخصوص لاہور اور  
 اس کے گرد و نواح کے علاقوں میں وہ کھلبلی مچائی کہ مسلمانوں کی سماجی اور دینی زندگی پامال کر کے رکھ دی ناظران  
 لاہور بالخصوص نواب عبدالصمد خاں دلیر جنگ بہادر اور آپ کے نامور فرزند نواب ذکریا خاں خان بہادر نے  
 اس سیلاب کو روکنے کی بہت کوشش کی۔ مگر سکھوں کا یہ طوفان بدتمیزی کسی طرح ختم نہ ہو سکا۔ اس  
 پُر آشوب اور بد امنی کے زمانہ میں آپ کا درس قصور اور بھارت میں لاہور میں بدستور جاری رہا۔ بے شمار  
 لوگ آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور علم کی دولت سے فیض یاب ہوئے۔

حضرت حاجی محمد شریف قصوریؒ آپ کے ہم عصر تھے۔ اپنے وقت کے جید عالم تھے۔ نہایت  
 منشرح اور نقشبندی سلسلہ سے منسلک تھے۔ اکثر مسائل شریعت و طریقت کے بارے حضرت شاہ  
 عنایت قادریؒ کے ساتھ مراسلت رہتی تھی مگر راقم اپنی بے مائیگی کا اقرار کئے بغیر نہیں رہ سکتا کہ  
 یہ مواد اب تک دستیاب نہیں ہو سکا۔ البتہ اردو و اتر معارف اسلامیہ (پنجاب یونیورسٹی) لاہور  
 (جلد ۱۳/۲ ص ۳۰۵) کے مطالعہ سے علم ہوتا ہے کہ حاجی محمد شریف قصوریؒ نے مذکورہ ذیلوں حالی کے  
 پیش نظر ایک عریضہ حضرت شاہ عنایت قادریؒ کی خدمت میں ارسال کیا کہ ان حالات میں ہندوستان کو  
 "والمحرب" قرار دے سکتے ہیں یا نہیں۔ اس رقعہ کے جواب میں آپ نے ایک رسالہ تحریر فرمایا جس کا نام

رسالہ درمستکہ حرب و دار الحرب پنجاب مکتوب حاجی محمد شریف قصوری ہے۔ یہ رسالہ فارسی زبان میں قلمی  
مخطوط ہے۔

چونکہ حضرت شاہ عنایت قادریؒ نے اورتنگ زیب عالمگیر اور محمد شاہ بادشاہ کے مختلف اور متضاد  
ادویا اپنی آنکھوں سے دیکھے اور ان حالات و واقعات کو دیکھ کر اپنے غلبہ بنو کے باعث ہندوستان  
کو بالخصوص پنجاب کو دار الحرب قرار دیا، جو آپ کے عقائد اور قومی ایمان کی ایک روشن دلیل ہے۔  
اس پر آشوب زمانہ میں جب کہ اسلام ضعیف ہو رہا تھا، تبلیغ اسلام کے سلسلہ میں صلحا کی  
ایسی جماعتیں معرض وجود میں آئیں جنہوں نے جابر و ظالم حاکموں کے سامنے حق و صداقت کے نعرے بلند  
کئے ان اکابرین میں حضرت شاہ عنایت قادریؒ کی ذات گرامی ایک روشنی کے یلغار اور چراغِ راہ کی طرح نظر  
آتی ہے جنہوں نے پنجاب میں اس پیر فلتن دور میں اسلام کی تبلیغ و اشاعت کا فریضہ بہ احسن و جوہ  
انجام دیا۔

حضرت سید بلکھے شاہ جو آپ کے ہم عصر تھے اور فرقہ و خلفات سے سرفراز تھے جنہے تفصیلی حالات آگے  
پیش کئے جا رہے ہیں، کے زمانہ میں پنجاب میں ہر روز کی تباہیوں، بربادیوں، خون ریزیوں، سکھوں اور  
پٹھانوں کی جنگیں، احمد شاہ ابدالی اور نادر شاہ درانی کے حملے اور انسانیّت کا جنازہ، ایسا شہر برباد تھا،  
کہ الامان! ان واقعات کو حضرت سید بلکھے شاہؒ یوں بیان کرتے ہیں۔

در گھلا حشر عذاب دا بڑا حال ہو یا پنجاب دا

دین داویہ دوزخ ساڑیا سائوں آمل پار پیارینا

آپ اپنے وقت کی انقلابی اور سیاسی کوتاہیوں کو بھی عیاں کرتے ہیں۔ جسے مغلوں نے مجبور ہو  
کر سکھوں کو جاگیریں دیں اور انہوں نے راج (حکومت) کیا۔

بھوریان والے راج کیتے مغلاں زہر پیالے پیتے

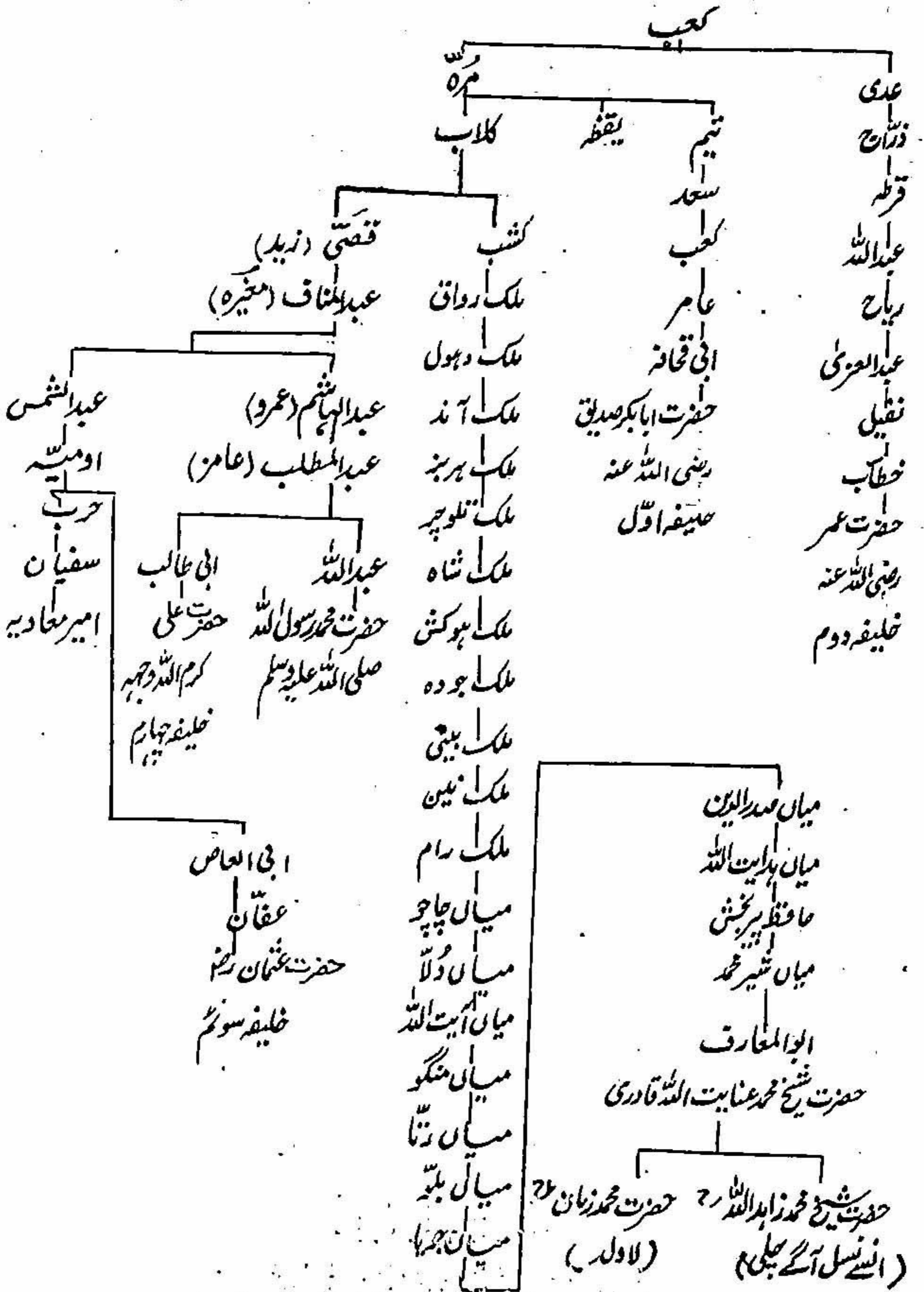
سب اشراف پھرن چپ چیتے (چپ کیتے)

حضرت شاہ عنایت قادریؒ کے جانشینوں نے کتابچہ طریق الاصفیاء

میں ایک صاحب نسب نامہ اس طرح درج کیا ہے۔ یہ کتابچہ مولوی

۲) آپ کا حسب نسب

سراج دین قادری شطاری جو ساتویں پشت سے آپ کی اولاد سے ہیں نے مرتب کیا اور انجن خادمان حضرت  
شاہ عنایت قادری (بلدہ لاہور) نے شائع کیا۔ اس کتابچہ کا سن تالیف درج نہیں۔





بیان کردہ نسب نامہ میں آپ کے والد ماجد کا اسم گرامی میاں شیر محمد دین ہے مگر صوفی محمد اکبر صاحب  
 منصف سلیم التواریخ اور مولانا محمد علم الدین سالک نے اپنے تحقیقی مقالہ میں حضرت شاہ عنایت  
 قادری کے والد محترم کا نام پیر محمد نقل کیا ہے مولانا موصوف کا یہ مقالہ نقوش لاہور نمبر شمارہ ۲  
 ماہ فروری ۱۹۶۲ء میں شائع ہوا تھا۔ ان دونوں مصنفین نے آپ کے نام کے بارے میں کسی ماخذ  
 کا ذکر نہیں کیا، اس کے علاوہ مفتی غلام سرور لاہوری نے اپنی تصنیف خزینۃ الاصفیاء اور حدیقت  
 اولیاء میں آپ کے والد ماجد کے نام کا ذکر نہیں کرتے۔ البتہ خزینۃ الاصفیاء کا سلسلہ قادریہ حصہ  
 اول کا مترجم مفتی محمود عالم ہاشمی یوں رقمطراز ہیں۔

حضرت شاہ عنایت قادری کے والد کا نام پیر محمد تھا، قوم کے باغبان تھے۔

صاحب تحقیقات چشتی، صاحب حدائق الحنفیہ، صاحب تذکرہ علمائے ہند، رائے بہادر  
 کنہیا لال صاحب تاریخ لاہور اور پیر غلام دستگیر ناجی مؤلف بزرگان لاہور آپ کے والد ماجد کے اسم  
 گرامی کے بارے بالکل خاموش ہیں سلیم التواریخ سن ۱۹۱۹ء میں طبع ہوئی اور مقالہ مذکورہ ماہ فروری  
 ۱۹۶۲ء میں شائع ہوا۔

راقم کی رائے میں یہ کتابت کی غلطی معلوم ہوتی ہے جس کا آغاز سلیم التواریخ سے ہوا۔ جسے مولانا محمد  
 علم الدین سالک نے نقل کیا۔ خاندانی شجرہ طریقی الاصفیاء جس کا مرتب کرنے والا مولوی سراج الدین ساتویں  
 پشت سے آپ کی اولاد اجماد سے تھا، سند کا درجہ رکھتا ہے اور آپ کے والد کا نام شیر محمد لکھتا ہے  
 جو درست تسلیم ہوتا ہے، ایسا معلوم ہوتا ہے کہ حضرت شاہ عنایت قادری کے سوانح نگاروں نے اس  
 تالیف سے استفادہ نہیں کیا اور غیر صحیح نام نقل کیا گیا ہے۔

مذکورہ نسب نامہ بنی ہاشم اور بنی امیہ کے جد علی اقصیٰ کے والد کلاب سے ملتا ہے۔ جبکہ کنیت  
 ابو زہرہ اور نام حکیم تھا۔ لیکن شکاری کتے پالنے کی وجہ سے کلاب کے نام سے مشہور ہوئے، انکا ایک  
 بیٹا کشب بھی تھا جس کی گیارہویں پشت میں ملک رام کا نام آتا ہے جس کے بیٹے میاں چاچو نے اسلام  
 قبول کیا۔ میاں چاچو سے گیارہویں پشت میں میاں شیر محمد والد محترم حضرت شاہ عنایت قادری ہوئے۔  
 پہلی گیارہویں پشت کے ناموں کے ساتھ "کلب" مسموڑ ہے اور باقی ناموں کے ساتھ "میاں" لکھا ہوا

ماتا ہے۔ آج تک راقم کو کسی بی کتاب سے یہ علم نہیں ہو سکا کہ قصی جد عبدہا شمس و عبد الشمس کے کسی بھائی کا نام کتبھی تھا۔ صوفی محمد اکبر علی سلیم التواریخ میں کلاب کے تین بیٹوں کا ذکر کرتا ہے۔ قصی۔ زہرہ اور سعید، خلاف اس کے تاریخ اسلام کی مختلف کتابوں میں خاص کر حیات ام المومنین مرتبہ میاں محمد سعید اور روزنامہ اخبار جنگ لاہور میلاد اقصیٰ ایڈیشن میں کلاب کے صرف دو بیٹوں کا نام قصی اور زہرہ لکھا ہوا پایا گیا ہے۔ کتبھی کے نام کی نشان دہی نہیں ہوتی، ہو سکتا ہے کہ یہ املا یا کتابت کی غلطی ہو یا کوئی اور نام ہو جو غیر صحیح ورنہ ہو گیا ہو۔ بقول مولانا جامیؒ

بندہ عشق شدی ترک نسب کن جامی کہ دریں راہ فلاں ابن فلاں چیزے نسبت

حضرت شاہ عنایت قادریؒ کی عظمت اس لئے ہے کہ آپ ایک جید عالم شہ زنده دار اور عظیم صوفی تھے۔ فقر میں رہ کر اسلام کی بے پناہ خدمات انجام دیں۔  
 (۳) والدین، ولادت، وطن اور اسم و القاب

پنجاب کے اکابر علماء اور صلحاء سے تھے۔ آپ کے ابا و اجداد لاہور میں کئی پشتوں سے آباد تھے جن کا پیشہ کاشت کاری و باغبانی تھا۔ مفتی غلام سرور لاہوری نے لکھا ہے ۱۲  
 (شاہ عنایت) از قوم باغبان یعنی زیلندار بود۔ آپ اراہین خاندان سے تعلق رکھتے تھے۔ آپ کے بزرگ بیرون لاہور حدیث مزنگ میں رقبہ زرعی اراضی کے مالک و قابض تھے۔ اس اراضی کی کاشت آپ کا ذریعہ معاش تھا۔ آپ کے والد محترم کا اسم گرامی شیر محمد تھا، والد کی وفات کے بعد یہ ہی اراضی آپ نے ورثہ میں پائی۔

حضرت شاہ عنایت قادریؒ کے نانا کا تعلق ایک ایسے علمی گھرانے سے تھا جس کی روایات میں درس و تدریس کی خدمات شامل تھیں۔ قصور میں ایک مسجد کے پیش امام تھے۔ امامت کے علاوہ ان کا بھی ذریعہ معاش کاشت کاری تھا۔ آپ بڑے شریف النفس، عالم اور درویش منش بزرگ تھے۔ معاصرانہ تذکروں اور کتب تاریخ میں آپ کے ننہال کا ذکر نہ ہونے کے سبب آپ کے بچپن کے حالات اور تعلیمی سرگرمیاں بڑی حد تک پردہ اخفا میں ہیں مگر اس بات کا علم ہوتا ہے کہ آپ کے والد محترم نے بعض وجوہ کی بنا پر لاہور سے "نقل مکانی" کر کے قصور اپنے سسرال کے ہاں چلے گئے۔ یہ فقرہ

”نقل مکانی“ تقریباً ایسے تمام صوفیاء کے حالات میں آتا ہے جو نقل مکانی کر کے دوسری جگہ آئے، اسکا عام پس منظر ان کے آبائی اور سابقہ شہروں و علاقوں میں سیاسی بدنامی اور بے چینی ہی رہا ہے اس سے اندازہ کیا جاتا ہے کہ لاہور کے حالات دگرگوں ہو گئے ہوں گے۔ اور آپ کو مجبوراً لاہور کو چھوڑنا پڑا ہوگا۔ قصور کے بہتر حالات کی کشش نے یا باشارت غیبی یہاں تشریف لائے ہوں گے اور قصور میں اقامت پذیر ہو گئے ہوں گے۔

جب قصور میں آپ کے مدرسے انتقال کیا تو ان کے بعد وہاں کی مسجد کی امامت آپ کے سپرد کی گئی۔ اس ذمہ داری کو آپ نے بخوشی قبول کیا۔ منصب امامت کے ساتھ ساتھ سلسلہ درس تدریس جاری کر دیا۔ قصور کے باسی آپ کی شرافت اور دیانت کے قائل ہوئے۔ پانچوں وقت کی نماز کے علاوہ آپ تہی گزار بھی تھے۔ ایک روایت بیان کرتے ہیں<sup>۱۲</sup> جب آپ رات کے پچھلے پہر نماز تہجد کے واسطے مسجد میں تشریف لے جایا کرتے تو ایک مجذوب سے آپ کی ملاقات ہوتی جو آپ کو دیکھ کر بہت خوش ہوتا اور کہتا کہ جلد تیرے ہاں ایک لڑکا پیدا ہونے والا ہے جو تیرے خاندان کا نام روشن کرے گا۔ مولوی صاحب اس مجذوب کی باتیں سن کر عواموشی سے مسجد میں داخل ہو جایا کرتے تھے اور فجر کی نماز کے بعد فارغ ہو کر درس و تدریس میں مشغول ہو جاتے۔ کچھ دنوں کے بعد مولوی صاحب کے ہاں ایک فرزند پیدا ہوا، والدین نے اس کا نام محمد عنایت اللہ رکھا اور تاریخ تصوف نے حضرت شاہ عنایت قادریؒ کے نام سے شہرت و عظمت کا باب آپ زرت سے لکھا، ہمارے پاس یہ معلوم کرنے کا کوئی ذریعہ اب تک دستیاب نہیں ہو سکا کہ آپ کے نہال کی قیام گاہ کس کوٹ میں واقع تھیں اور قصور کی کس مسجد میں امامت کے فرائض ادا کرتے اور درس دیا کرتے تھے۔ اس بارے سوانح نگار اور مورخین مکمل طور پر خاموش ہیں۔ ہو سکتا ہے کہ مولوی صاحب شہرت کو پسند نہ کرتے ہوں اور تبلیغی فرائض کو تو اب داریں سمجھ کر انجام دیتے رہے ہوں اور گناہی کے گوشہ میں اپنی زندگی بسر کی ہو۔ یہاں یہ بیان بے محل نہ ہوگا کہ ”سات ستارے“ کا مصنف رام سنگھ درویش (ص ۷۷) پر لکھتا ہے۔ ”شاہ عنایت جی کے نہال سیالکوٹ میں تھے اور ان کے دو ماموں امام دین اور جھنڈا باغبانی کا کام کرتے تھے۔ اور شاہ صاحب اکثر سیالکوٹ ان کے ہاں آتے تھے۔ ان دنوں بلگھا شاہ صاحب

بہت چھوٹے بچے تھے ۛ

علماء و مشائخ کے جتنے تذکرے اب تک ہماری نظر سے گذرے ہیں کسی تذکرہ نویس نے شہر سیالکوٹ کو آپ کا نہال نہیں لکھا۔ علاوہ ازیں مصنف نے اس قول کے ثبوت میں کسی ماخذ کا ذکر نہیں کیا تاہم جیت تک کوئی معاصر سند اس باب میں فیصلہ نہ کرے شہر سیالکوٹ کو ہم اپکا نہال تسلیم نہیں کر سکتے۔ حضرت شاہ عنایت قادریؒ کی صحیح تاریخ ولادت کسی مستند ذریعہ سے معلوم نہیں ہو سکی۔ پروفیسر محمد علم الدین سالک نے اپنے تحقیقی مقالہ میں حضرت شاہ عنایت قادریؒ کا سال پیدائش ۱۰۵۶ھ بیان کیا ہے اور یہی سال پیدائش اہل تصویر کیا جا رہا ہے۔ کیونکہ آج تک کسی معاصر کی تحریر میں اس باب میں دستیاب نہیں ہو سکی۔ پروفیسر صاحب نے مذکورہ تاریخ پیدائش کے ثبوت میں کوئی دلیل پیش نہیں کی اور نہ ہی کسی ماخذ کا حوالہ دیا ہے۔ ان حالات میں اس قول کو قیاس کا درجہ حاصل ہے۔ ڈاکٹر طاہر جوتی رام کرشنا نے پنجابی صوفی پوئٹس (PUNJABI SUFI POETS) پر انگریزی زبان میں کتاب لکھی ہے جو آکسفورڈ یونیورسٹی پریس کلکتہ (بھارت) سے ۱۹۳۸ء میں شائع ہوئی۔ ڈاکٹر طاہر جوتی نے کچھ مسودات مولوی سراج الدین قادری شطاری جو آپ کی درگاہ کے گدھی نشین تھے اور ساتویں پشت سے آپ کی اولاد تھے کا ملاحظہ کیا وہ بیان کرتی ہے کہ ذاتی مسودات میں ایک مسودہ کے ساتھ آپ کے اپنے ہاتھ کا تحریر کردہ ایک اجازت نامہ شامل تھا جو آپ نے اس دور کے صوفیاء کی طرف اپنے بیٹے کو عطا کیا تھا۔ اس اجازت نامہ پر آپ کی حہر ثبت ہے جس پر سن ۱۱۱۰ھ (۱۶۹۹ء) درج ہے اس سن کے مطابق آپ مغل حکمران اور نگزیب عالمگیر کے ہم عصر تھے۔ قیاس ہے کہ شاہ جہاں بادشاہ کے زمانہ میں آپ پیدا ہوئے ہوں گے۔ ۱۶۷۰ھ

مذکورہ بالا بیانات کی روشنی میں یہ بات اخذ ہوتی ہے کہ آپ کی تاریخ پیدائش ایک اندازہ سے بیان کی گئی ہے۔

آپ نے اپنی تصنیف ”غایۃ الحواشی“ جو شرح و تالیف پر حاشیہ ہے (جس کی تفصیل دیگر صفحات میں پیش کی جا رہی ہے) میں اپنے اپنا پورا نام اس حد تک لکھا ہے:۔ ”العبد الفقیر المشاق الی نقاء الباری ابوالمعارف محمد عنایت اللہ الخنفسی القادری القفصوری ثم الاموری الشطاری“ ۱۶۷۰ھ

ابوالمعارف آپ کی کنیت اور محمد عنایت اللہ نام ہے لیکن آپ عموماً شاہ عنایت قادری کے عرف سے معروف ہیں۔ چلپن میں آپ نے قرآن شریف حفظ کر لیا اور حافظ قرآن کہلاتے تھے مگر قصور میں کس کس گاہ میں یا کس استاد سے آپ نے قرآن شریف کی تعلیم پائی کی نشان دہی نہیں ہو سکی،

④ آپ کی تعلیم و تربیت | حضرت شاہ عنایت قادری کے والد خلیق، متواضع اور صاحب بصیرت انسان تھے۔ مروجہ علوم عربی و فارسی کے عالم بھی تھے۔

موضع قصور کی ایک مسجد کے پیش امام تھے۔ اس لئے غالب خیال ہے کہ آپ نے ابتدائی تعلیم اپنے والد ماجد سے شروع کی پھر انہوں نے اپنے بیٹے کو عالی تعلیم سے آراستہ کرنے کا اہتمام کیا۔ زمانے کے بہترین اساتذہ سے عربی اور فارسی زبانوں کے ساتھ ساتھ دینی علوم میں دسترس حاصل کی۔ آپ نے ظاہری علوم کی تحصیل مولانا سید ابوالنصر عرف سید الیاس اور مولوی عبدالہادی لاہوری سے کی۔ ۱۹

⑤ قصور میں آپ کی اقامت اور سلسلہ درس و تدریس | حضرت شاہ محمد رضا قادری شطاری لاہوری آپ کے ہم عصر تھے۔ آپ کا شمار پنجاب کے مقبول ترین مشائخ میں تھا۔ آپ سلسلہ شطاریہ سے منسلک تھے اور لاہور میں روحانی چیمبر

فیض جاری کئے ہوئے تھے۔ دور دور سے تشریب آئے اور فیضانِ نظر سے اور صحبتِ کرم سے سرشار ہو کر واپس اپنے گھروں کو جلتے۔ حضرت شاہ عنایت قادری نے آپ کی شہرت سنی۔ قصور سے لاہور کئی بار آئے اور آپ کی خدمتِ اقدس میں رہتے۔ حقائق و معارف کی تعلیم پائی۔ سلوک کی منزلیں طے کیں۔ علوم باطنی اور صحبتِ فیض سے جلد درجہ کمال کو پہنچ گئے۔ آپ سے بیعت اور خرقہ خلافت سے سرفراز ہوئے۔ ڈاکٹر لاجپوتی کا بیان ہے کہ شاہ عنایت قادری نے حضرت شاہ محمد رضا قادری سے خرقہ خلافت حاصل کرنے کے علاوہ سلسلہ قادریہ کے سات دوسرے سلسلوں میں بھی خلافت حاصل کی۔

حضرت شاہ عنایت قادری جب قصور پہنچے تو مرشد کے حکم کی تعمیل میں ہدایتِ خلق میں مصروف ہو گئے۔ آپ کی درسگاہ روحانی تعلیم و تربیت کا مرکز بن گئی، ایثار و تقویٰ ان کا مقصد تھا، تصوف ان کے نزدیک ایک علمی، اخلاقی، روحانی اور معاشرتی تحریک تھی جس کے اثرات کا دائرہ بہت وسیع تھا۔ اس تعلیم سے جو ذہین افراد بھرتے۔ وہ عبادت گزار، تقویٰ شعار اور علم و اخلاق کے علمبردار ہوتے

تھے، انکے اندر علمی گہرائی اور روحانی عظمت، سلوک، خدمتِ خلق، اخوت، معاشرتی اصلاح اور قربِ خداوندی کی طلب ہوتی تھی۔ ان کے دل خدا کی محبت سے بھر پور تھے اور خلوص، قناعت، استعداد، عالی جوصلگی، جرات، سخاوت، انسانی ہمدردی اور تبلیغی سرگرمیوں کے جامع تھے آپ کے مریدین اور طالبانِ علم میں سے حضرت سید بلتھے شاہ قابل ذکر روحانی پیشوا ہیں جنہوں نے نام و نمود کی خواہش سے بالکل بے نیاز ہو کر ہمت اور استقلال کے ساتھ اپنے پرومٹشد کے مشن کو کسی برسوں تک جاری و ساری رکھا، حتیٰ کہ ظاہر بین طبقہ کو اس وقت آپ کی خدمات کا کوئی احساس نہ ہوا بلکہ ان کے صحیح العقیدہ مسلمان ہونے میں شک کرنے لگا لیکن فتنہ زلفیہ اور حالات نے یہ ثابت کر دیا کہ آپ اسلام کے سچے خادم اور مبلغ تھے، حضرت سید بلتھے شاہ بیان کرتے ہیں۔

”شریعت سادھی دانی ہے      طریقت سادھی مانی ہے  
اگوں حق حقیقت آئی ہے      تے معرفتوں کچھ پایا ہے“

(مجموعہ کافیاں بخشنی رام سنگھ درویش سات ستارے ص ۷۴)

حضرت شاہ عنایت قادری کے کردار کی بلندی سیرت کی پاکیزگی، علم و عرفان کی دولت، عشقِ خداوندی، ولایت، بزرگی، کرامات، تصرفات اور علمیت و فنیت کے چرچے چار سو پھیلنے لگے، ارشاد و تلقین اور روحانی تعلیم و تربیت کا ایسا ہنگامہ برپا کیا کہ سارا پنجاب خاص کر قصور اور اس کے گرد و نواح کا علاقہ آپ کی شعلہ نفسی سے گرم ہو گیا۔ ہزاروں انسان آپ کے حلقہ ارشادات میں داخل ہو گئے۔ آپ کے حلقہ درس میں قرآن، حدیث اور فقہ کا درس جاری رہتا۔ ہزاروں انسانوں نے آپ کے علمی اور روحانی فیوض و برکات سے استفادہ کیا، سلوک اور روحانی تعلیم و تربیت کے ساتھ ساتھ آپ مسلمانوں کی ذہنی زندگی سنوارنے میں اور دینی احساس کو بیدار کرنے میں خاص توجہ دیتے تھے۔

ان دنوں قصور میں نواب حسین خاں افغان کی حکومت تھی۔  
**۶) آپ کی حاکمِ قصور سے نزاع** جو سلطان احمد اعظم کا بڑا لڑکا تھا، خوشگی نسل سے تھا، کافی

سپاہ اور طاقت کی وجہ سے کسی کو خاطر میں نہ لاتا تھا، بڑا مغرور اور ظالم حاکم ہونے کے ساتھ ساتھ عیاش اور بزدل بھی تھا، عوام پر اسکا اعتماد نہیں تھا جب کبھی عوام کا اجتماع دیکھتا تو فوراً گھبرا جاتا

اور اُسے احساس ہونا کہ عوام اس کے خلاف بغاوت کی تیاریاں کر رہے ہیں۔

لاہور کے صوبہ داروں کو قصور کے محاصل کا مکمل حساب نہیں دیتا تھا۔ اپنے آپ کو دیوانہ اور سوداگی مزاج بھی ظاہر کرتا تھا۔ اپنے کاموں میں خود غرض اور ہوشیار تھا۔ سادات کے خاندان کا بہت ادب کرتا تھا۔ ان کا وفادار رہتا تھا۔ قصہ قصور اور اس کے اطراف و جوانب میں اس کی برادری بدرجہ اعلیٰ قائم تھی۔ معمولی جاگیرداروں سے سرکشی اور سرتابی کے سوائے اور کسی طرح پیش نہیں آتا تھا۔ ہمیشہ جھگڑوں میں مبتلا رہتا تھا۔ غرضیکہ نیک دل، انصاف پسند اور جہربان حاکم نہیں تھا۔ بلکہ بری عادات کا مرتکب تھا۔

جب فرح نیک کے دور حکومت میں پنجاب کا انتظام نواب عبدالصمد خاں ولیر جنگ بہادر کے سپرد ہوا تو اُس نے مکھی جنگل جو قصور کے گرد و نواح کا علاقہ تھا، کی فوج داری بھی اس کے سپرد کر دی۔ پھر وہ زیادہ ظالم اور مغرور ہو گیا، پہلے سے زیادہ اس نے سرکشی اور فساد اختیار کر لیا۔ جب ناظم لاہور نے دیکھا کہ مکھی جنگل کا محاصل بھی قصور کے محاصل کی طرح وصول نہیں ہوتا اور سوائے ندامت اور پریشانی کے کچھ حاصل نہیں تو پھر ناظم لاہور نے قطب الدین روہیلہ کو اس کے تعلقہ پر مقرر کر دیا۔ اس کے ساتھ ہی اُس نے اچھا سلوک نہ کیا۔ جب اس کی بے اعتدالیاں عہد سے گذر گئیں تو ناظم نے اس ضلع کا بندوبست کرنا طے کیا۔

قصور میں حضرت شاہ عنایت قادریؒ کو درس و تدریس میں بدرجہ کمال شہرت حاصل تھی، مریدین اور عقیدت مندوں کی ایک کثیر تعداد آپ کی صحبت میں رہتی جن کی ہدایت کے آپ ضامن تھے۔ آپ کی بزرگی، کمزرات اور ولایت کے چہرے جب چاروں اطراف بلند ہوئے تو بعض مخالفین نے حاکم قصور کے کان بھرے کہ اس صوفی کے ساتھ عقیدت مندوں کی ایک کثیر جماعت ہے جو ایک درویش کے اثر پر جان قربان کرنے کے لئے تیار رہتی ہے اگر آمادہ بغاوت ہو جائے تو آپ کے لئے خطرے کا باعث ہو سکتی ہے۔ حاکم قصور اس خوف سے فکر مند ہوا اور آپ کو اپنے اقتدار کا دشمن سمجھنے لگا اور آپ کو پریشانی کرنے کے لئے طرح طرح کے حربے استعمال کرنے شروع کر دیئے۔ یہاں تک کہ آپ قصور کو چھوڑ جائیں۔ آخر حضرت شاہ عنایت قادریؒ نے حاکم قصور سے تنگ آکر قصور کو ہمیشہ کے لئے چھوڑ دیا اور فرمایا کہ حسین خاں نے ہمیں قصور سے نکال دیا ہے ہم نے اس کو اس کو نیا سے ہمیشہ کے لئے علیحدہ کر دیا ہے۔ عوام میں آپ اتنے مقبول تھے کہ عقیدت مندوں کا جم غفیر احتجاج کے طور پر جمع ہو گیا۔ آہ

زارعی کرتے اور روتے تھے۔ عوام کی یہ عقیدت، محبت اور آہ و بکا آپ سے نہ دیکھی گئی۔ حاضرین کو تسلی و تشفی دی، اس واقعے سے بخوبی اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ عوام کو ان صلحاء کی کتنی ضرورت تھی اور یہ ضرورت مادی اور روحانی دونوں قسم کی تھی، لوگ اپنی تکلیفیں لے کر آتے اور ان کی مجالس میں انہیں ذہنی سکون میسر آتا۔

علاوہ ازیں ایک واقعہ رونما ہوا جس کے سبب حاکم قصور نے آپ کو قصور چھوڑ دینے کا حکم صادر کیا جسے آپ نے قبول کر لیا، وہ واقعہ اس طرح بیان کیا جاتا ہے کہ حاکم قصور نواب حسین خاں کی درباری مطربہ کے ہاں ایک خوبصورت لڑکی پیدا ہوئی، مطربہ چاہتی تھی کہ یہ لڑکی اس ماحول میں پرورش نہ پائے، اور نکل کر ایک شریفانہ زندگی بسر کرے۔ لڑکی کی والدہ نے اسے قرآن شریف حفظ کرایا۔ اور دینی علوم سے آراستہ کیا۔ جب بالغ ہوئی تو مطربہ نے حضرت شاہ عنایت سے شادی کی درخواست کی۔ آپ نے اس نیک سیرت لڑکی سے عقد کر لیا۔ لڑکی کے لواحقین نے ہنگامہ برپا کر دیا۔ یہاں تک کہ حاکم قصور تک معاملہ پہنچا۔ حاکم خود اس لڑکی کو اپنے حرم میں شامل کرنے کا ارزومند تھا، اور قصور سے آپ کا خروج ضروری سمجھتا تھا۔

تحقیق سے علم ہوتا ہے کہ یہ قصہ من گھڑت ہے جو اس زمانہ کے موقع و محل کی روش کے مطابق تیار ہوا اور آپ سے منسوب کیا گیا۔ اس واقعہ کو کئی سالوں کے بعد مفتی غلام سرور لاہوری نے خزینۃ الاصفیاء صفحہ ۱۸۶-۱۸۷ (طبع اول) ۱۲۸۴ھ میں تحریر کیا اور کسی ماخذ کا ذکر نہیں کیا اور حضرت شاہ عنایت قادری کے معاصر تذکرہ نویس، مورخین اور مصنفین جو سند کا درجہ رکھتے ہیں، اس قصہ سے بالکل نا آشنا ہیں۔ یہ بات حیران کن نہیں کہ خزینۃ الاصفیاء کے جلتے ایڈیشن بعد میں شائع ہوئے ہیں ان میں یہ واقعہ حذف ہے، اس عمل سے یہ بات عیاں ہوتی ہے کہ جب مفتی صاحب نے اس واقعہ کی تحقیق کی اور حقائق سے آگاہ ہوئے تو اپنی تصنیف سے اسے حذف کر دیا، خلاف اس کے دورِ حاضرہ کے غیر محقق تذکرہ نویس اس واقعہ کو اب تک ہوں کاتون دہراتے ہیں جو ان کی کم فہمی اور کمزور تحقیق ہے۔

حضرت شاہ عنایت قادری جو کمالات اور مقامات عالیات سے موصوف تھے اور ایسے باکمال بزرگ گذرے ہیں جن کی علمیت و فضیلت، انصاف و انصاف، بزرگی و عظمت میں قطعاً شک نہیں ہو سکتا۔ شمالی پنجاب (لاہور) آپ کی علمیت اور بزرگی کا قائل تھا۔ ابتداءً عمر یا آخر عمر میں ایسا عمل یہ گز



نہیں کر سکتے تھے جس کا ایک ادنیٰ ذمی شعور مسلمان سے بھی گمان نہیں ہو سکتا پھر کاہر دین کیسے کر سکتے ہیں اس کے علاوہ آپ کی بزرگی آپ کا ثقفہ و معتبر گواہ ہے۔

مذکورہ بالا بحث کا حاصل یہ ہے کہ یہ واقعہ بے بنیاد اور من گھڑت اور جارحانہ وقت کی ذاتی دشمنی ظاہر کرتا ہے جس کا ہم اوپر ذکر کر چکے ہیں۔

چند ہی دنوں کے بعد گلاب سنگھ بھنگی سردار سکھوں نے دیگر اقوام کو اپنے ساتھ ملا کر ایک بھاری لشکر تیار کیا اور قصور پر بھرپور حملہ کر دیا۔ خون ریز جنگ ہوئی۔ دو ماہی گیروں کو روپوں کا لالچ دے کر حسین خاں نوشکی کو قتل کروا دیا۔ ۲۲ قصور میں آپ کی اقامت ۱۱۳۲ھ/۱۷۲۰ء تک رہی۔ ۲۳

⑤ آپ کی لاہور میں آمد اسلام کا یہ بے لوث اور مخلص مبلغ اپنے کنبہ سمیت چند دنوں کی مسافت طے کرتے کے بعد لاہور کی سر زمین میں داخل ہوا۔ یہ مختصر قافلہ ہر قسم کے خوف و خطر سے بے نیاز تھا کیونکہ رضائے الہی ان کا مقصد اور نصب العین تھا اپنے آبائی گھاؤں مزنگ میں قیام کیا۔

اس وقت شمالی پنجاب کے حالات انتہائی ناگفتہ بہ تھے۔ اخلاقی حالت انتہائی زبوں تھی، فکر و عمل اخلاق و عادات، کردار و اطوار سب پر انحطاطی رنگ چھا رہا تھا، سکھ گردی نے امن و سکون کو درہم برہم کر رکھا تھا۔ مسلمان سیاسی و معاشی طور پر مفلوج تھے اس بد امنی کے زمانہ میں آپ نے لاہور میں ایک درس گاہ قائم کی اور درس و تدریس کا سلسلہ جاری کیا۔ ۲۴

حضرت شاہ عنایت قادریؒ کی ساتویں پشت سے تعلق رکھنے والے خلیفہ محمد شریف کی اولاد کو کر کے تھی کہ لاہور حدبست موضع مزنگ میں آپ جدی اراضی کے مالک تھے۔ یہ جگہ آج کل شاہراہ فاطمہ جناح کے نام سے مشہور ہے اور اسی مقام پر آپ کا روضہ اقدس واقع ہے۔ مزید بیان کرتے ہیں کہ اس اراضی کو سیراب کرنے کے لئے پانی کا خاطر خواہ انتظام تھا، چاہ کے ساتھ ایک خوبصورت سنگی مسجد بھی تھی جہاں آپ نماز ادا کرتے تھے اور امامت کے فرائض بھی انجام دیا کرتے تھے۔ اب اس مسجد کا کوئی نشان باقی نہیں۔ اس جگہ پر لوگ ناجائز تقابض ہو گئے ہیں۔ جب آپ بیرون شہر میں اقامت پذیر تھے۔ مذکورہ اراضی آپ کے زیر کاشت تھی اور رزق حلال کا سامان مہیا تھا اور یہی اراضی

ت آپ کا اور آپ کی اولاد کا ذریعہ معاش بنی رہی۔ اب یہ اراضی کم ہوتی ہوئی چند مریوں میں  
 رہا ہے۔ مزار کے گرد جو لوگ اس وقت آباد ہیں وہ سب ناجائز قابض ہیں۔ یہ جگہ نہ متروکہ ہے  
 ہی فروخت شدہ ہے بلکہ لوگوں نے ناجائز قبضے اور تجاوزات کر کے اپنے تصرف میں لانا شروع  
 ہے۔ کوئی ان کو روکنے والا نہیں تھا۔ اس لئے ان پر قابض ہو کر مالک تصور ہونے لگے۔ ان کے  
 وہ آپ کی اٹھویں پشت سے تعلق رکھنے والے میاں محمد عمر صاحب نے آپ کے سالانہ عرس پر راقم  
 گاہ کیا کہ یہ مزار ایک خوبصورت مسجد سے ملحق تھا جس کا رقبہ ساڑھے نو کنال ہے۔ یہ مسجد سن  
 ۱۸۶۱ء بعد میں بڑے کاغذات مال سدبست موضع مرنگ بنام سرکار (انگریز بہادر) تھی۔ پھر سن  
 ۱۸۹۱ء میں میم ارٹون صاحب نے اس مقام کو اپنی رہائش گاہ کے لئے منتخب کیا اور دروچو کھاٹ  
 صاف کے ساتھ اس میں اقامت اختیار کر لی۔ تحقیقات چشتی (ص ۱۹۶) میں درج ہے کہ یہ مسجد  
 رہائش گاہ (کوٹھی) کی صورت میں منتقل ہو چکی تھی، میں سرحد کمپنی بانج بھی رہا کرتا تھا۔ بھائی وارہ  
 ون شہر لاہور کے عمر رسیدہ بزرگ جو سدبست موضع مرنگ میں کھیتی باڑی کیا کرتے تھے کو بیان کرتے ہوئے  
 لکھا ہے کہ اس جگہ کو کوٹھی والی مسجد کے نام سے پکارتے تھے۔ شاہراہ ملتان اور فیروز پور سے  
 لے کو آنے والے مسافر اس مسجد کے قرب میں قیام کیا کرتے تھے اور صبح کو شہر میں داخل ہوتے تھے۔ کچھ  
 ت گزر جانے کے بعد رائے بہادر مرنگ واس رئیس لاہور قابض ہو گیا۔ پھر تقسیم ہندوستان کے  
 یہ جگہ سردار شوکت حیات کی بیگم صاحبہ کی تحویل میں آئی۔ مسجد کے احترام اور مزار کی حرمت کے  
 خزان ناجائز قابضین کی بے دخلی کے بارے عدالت عالیہ کی طرف رجوع کیا گیا۔ برسوں کی پیروی  
 برسر کے بعد سپریم کورٹ نے فیصلہ دیا۔ نقل فیصلہ سپریم کورٹ اور ضروری کاغذات مع ثبوت محکمہ  
 اف کو فراہم کر دیئے ہیں تاکہ فیصلہ شدہ جگہ واپسی لی جائے کیونکہ مساجد اور مزاروں کی دیکھ بھال،  
 نظا اور حفاظت کا ذمہ دانا ب محکمہ اوقاف ہے اور محکمہ اوقاف اس جگہ کو قابضین سے واکزار کرے۔  
 یہاں یہ بیان بے محل نہ ہو گا کہ پیمانندگان کی عسستی اور بے پرواہی سے مزار کے گرد کی اراضی جو  
 فی بیان کی جاتی تھی وہ بھی رہائشی کوٹھیوں کے نیچے دب گئی ہے اور اس وقت مزار کا رقبہ کم ہوتے ہوئے  
 چھوٹا سا احاطہ رہ گیا ہے۔ محکمہ اوقاف سے استدعا ہے کہ وہ اس معاملہ کی طرف خصوصی توجہ دے۔

ار اور ملحقہ اراضی کا تحفظ کرے۔

ڈاکٹر لاجپت سنگھ کا بیان ہے کہ حضرت شاہ عنایت قادریؒ جب لاہور تشریف لائے تو بعض علماء آپ سے گہرا حد کرنے لگے جن کا آپ نے بڑے ہنر سے سامنا کیا اور اپنا علیحدہ مکتب جاری کیا جہاں آپ اپنا صوفیانہ فکر کی تعلیم دیتے تھے۔ اس مکتب میں بڑے بڑے اہل علم مزید تعلیم کے دیگر روحانی علوم میں دسترس حاصل کرتے تھے۔ ڈاکٹر موصوف کے اس بیان میں کوئی وزن نہیں۔ عالمگیری میں بڑے بڑے نامور علماء نے وسیع پیمانہ پر لاہور میں درس و تدریس کا سلسلہ جاری کر رکھا۔ جن کا آپس میں اتفاق و اتحاد تھا اور ایک ہی مکتب فکر سے تعلق رکھتے تھے۔ ان معاصر بزرگوں میں مولوی نظام الدین ۲۶ چشتیؒ، ملا محمد اکرم ولد ملا کی لاہوریؒ، حضرت شاہ محمد غوث صاحبؒ، حضرت شاہ محمد رضا شطاریؒ اور مولوی عبدالہادی لاہوریؒ شامل البیوتہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اسمائے گرامی قابل ذکر ہیں۔ ان علمائے کرام کا فکر "وجودی" بیان کرتے ہیں سب سے پہلے "وحدت الوجود" کے نظریے کو فلسفہ کی صورت بخشی وہ حضرت شیخ محی الدین عربیؒ (المتوفی ۴۳۸ھ) جنہوں نے فلسفہ "وحدت الوجود" کو اپنی مشہور تالیفات فتوحات مکیہ اور خصوصاً الحکم کے ذریعہ فاضلانہ انداز میں عام کیا۔ پھر اسی فلسفہ کی شرح صدر الدین قویونئیؒ نے کی اور اسرار تصوف لطیف نکات پیش کئے۔

نقشبندیہ سلسلہ کے علاوہ ہندوستان میں تصوف کے جو سلسلے زائج تھے۔ وہ ایران اور عراق سے یہاں آئے تھے۔ سلسلہ قادریہ، سہروردیہ اور چشتیہ ان تینوں سلسلوں کے صوفیائے کرام پر "وحدت الوجود" کا رنگ غالب تھا اور ہمہ اوست کے قائل تھے۔ ان کا فکر محض یہ ہے کہ تمام افراد کا سنا تجلیات حق ہیں اور اس کثرت اعتباری کا وجود اس وحدت حقیقی سے ہے۔ حضرت شاہ عنایت قادریؒ بھی ان مکتب فکر سے منسلک تھے۔ ان حالات میں دیگر علمائے دین سے حسد اور مخالفت کا سوا پیدا نہیں ہوتا۔ البتہ یہ فکر قابل غور ہے کہ جب ہندوؤں نے نظریہ "وحدت الوجود" میں اپنے فکر کی آمیزش شروع کی تو اس سے صوفیہ فہم کا طبقہ متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکا۔ اور ان صوفیہ فہم کی سے انہوں نے باقاعدہ تحریک کی شکل دے دی جس کا آغاز بھگتی تحریک سے تھا، ان کے اوکا مرکزی نقطہ نظر "وحدت ادیان" تھا جس میں فلسفہ ہندومت کی آمیزش اور پیر چار کا پہلو بھی تھا۔ اس نظریہ کا پیر چار کفر و اسلام کے فرق کو مٹانے کے لئے وجود میں آیا۔ بڑے بڑے فہم صوفی

قطرہ نظر کے علم بردار بن گئے اور ان کو فروغ دیا پھر متضاد عمل مشاہدہ میں آئے جو کتاب و سنت کی مطابقت نہیں کرتے تھے۔

حضرت شاہ عنایت قادریؒ جید عالم اور صاحبِ شریعت و طریقت بزرگ تھے اور ان کے مرید و خلیفہ حضرت سید بلوچ شاہؒ (جن کا ذکر آگے پیش کیا جا رہا ہے) پر وحدت الوجود کا رنگ شدت سے غالب تھا اور اپنے اندر عظیم روحانی قوت پاتے تھے۔ یہ غلبہ اسی حد تک تھا جس حد تک اسلام مانع نہیں ہے۔ یہو سکتا ہے کہ غیر شرعی صوفیہ خام جن کا نقطہ نظر ”وحدت ادیان“ ہو اور وہ کعبہ و بیت حانہ اور مسجد مندر کا فرق مٹانے کے درپے ہوں۔ آپ کے حامد اور دشمن بن گئے ہوں۔ یا یہ ڈاکٹر لاجپوتی کا اپنا فکر ہو جس کا وہ اظہار کرتی ہے۔

(باب ۳)

## حضرت شاہ عنایت قادریؒ کی

### علمی، ادبی اور ویشی خدمات

① تعلیمات اس پُر آشوب اور بدامنی کے دور میں لاہور میں سینکڑوں درس گاہیں تھیں لیکن آپ کا مدرسہ امتیازی شان رکھتا تھا۔ آپ عبادت گزار، تقویٰ شعار اور علم و اخلاق کے علمبردار تھے۔ آپ کی پوری زندگی کتاب و سنت کے مطابق تھی، آپ کا ہر قدم رضائے الہی کی طلب میں اٹھاتا تھا، آپ کے ہر عمل کا منشاء خدا کا قرب و خوشنودی تھا۔ آپ کی نماز، آپ کی قربانی، آپ کی زندگی اور موت سب رب العالمین کے لئے ہوتی تھی۔ اس بات کے عامل بھی تھے کہ جو سنت کی پیروی میں جتنا قریب ہے اور جو تہذیب سنت میں جتنا زیادہ جذبہ رکھتا ہے، اتنا ہی وہ بزرگی میں افضل و اعلیٰ ہے۔

آپ کے مشائخ قرآن اور احادیث نبویؐ پر خصوصی توجہ فرماتے تھے اور ان کے نزدیک حدیث کی تعلیم روحانی جدوجہد کا مرکز و محور ذات نبویؐ تھی۔ حدیث سے واقفیت اور اس پر عمل روحانی مقاصد کے حصول کے لئے از حد ضروری خیال کیا کرتے تھے۔ رسول کی محبت کو معرفت الہی کا ذریعہ سمجھتے تھے۔

مریدین و نسلیکین سلسلہ کو ہدایت فرماتے تھے کہ راہِ سنت پر سمٹی سے گامزن ہوں تاکہ منزلِ مقصود تک پہنچ سکوں جس نے سنتِ نبوی اور شریعتِ محمدی کو نظر انداز کیا وہ راہِ سلوک میں ایک قدم بھی آگے نہیں بڑھ سکتا۔

آپ کے درس میں قرآن، تفسیر، حدیث، فقہ، علوم و فنون کے علاوہ ثنوی مولانا روم، فصوص الحکم، کتب تصوف خاص کر متقدمین صوفیہ کے حالات کا مطالعہ بہت ضروری سمجھا جاتا تھا، بیان کرتے ہیں کہ کبھی کبھی محفلِ سماع بھی منعقد ہوتی تھی۔ بڑے بلند پایہ قوال اس محفل میں شریک ہوتے، اکثر خواجہ حافظ، ملا محمد شہیر، مغربی، احمد جام، فخر الدین عراقی، ملا بدخشی اور ثنوی مولانا روم کے علاوہ شاہ شمس تبریز کا کلام بھی پیش کیا جاتا ہے۔

لاہور میں آپ کے سلسلے کے فیوض و برکات کئی برسوں تک جاری و ساری رہے۔ شاگردوں کی تعداد روز بروز بڑھتی گئی۔ بڑے بڑے طالبانِ علم و موردِ راز علاقوں سے آئے اور فیضِ یاب ہو کر جاتے۔ سلسلہ قادر یہ شطار یہ جس سے آپ منسلک تھے، کو فروغ دیا، فلسفہ وحدت الوجود جس کے آپ حامی تھے نے ترقی کی۔ آپ کے اس مکتبہ فکر و دانش سے بڑے بڑے عالمِ فیضِ یاب ہو کر نکلے، ان ہی پور یہ نشیمنوں کی تعلیمات نے دینی احساس کو بیدار کیا جو عوام کا بلجا و مادی ہوئے اور یہ منبعِ فیوض و برکات تڑپتی ہوئی دکھی انسانیت کے لئے مسیحا کی حیثیت رکھتے تھے۔

روایت بیان کرتے ہیں کہ محمد شاہ بادشاہ نے آپ کی شہرت و عظمت کی داستانیں سنیں تو اس کو آپ سے ملنے کا اشتیاق پیدا ہوا، خود چل کر حضرت کی خدمت میں حاضر ہوئی اور کہا کہ میں نے لوگوں کی بانی آپ کی ولایت اور کشف و کرامات کی بڑی تعریف سنی ہے لیکن یقین نہیں آتا میں آپ کو صاحبِ ولایت و کرامات تب تسلیم کروں گا جب آپ اس سامنے والے آم کے درخت سے مجھے اسی وقت تازہ اور پکے ہوئے آم کھلائیں۔ سردیوں کا موسم تھا، بادشاہ نے حضرت شاہ عنایت کو نہیں بلکہ ان کی ولایت کو چیلنج دیا۔ آپ جلالت میں آگئے، پکے ہوئے رس دار آم گرنے شروع ہو گئے۔ بادشاہ آپ کی یہ کرامات دیکھ کر آپ کا گرویدہ ہو گیا اور بیعت ہونے کی التجا کی اور اپنی مسجد اندرون بھائی دروازہ کی امامت قبول فرماتے کی درخواست کی۔

حضرت شاہ عنایت قادری ایک کامل و اکمل صوفی تھے۔ آپ کی ولایت، علمیت، عظمت اور شہرت

ی فرد کو کوئی شک و شبہ نہیں، آپ مشہور عالم تھے مگر مذکورہ بیان تاریخ کی مطابقت نہیں کرتا اور تاریخی لحاظ سے صحیح ہے۔ ہزاری ملی اور ثقافتی تاریخ جن درخشندہ حالات اور واقعات سے عبارت ہے اس انتشار اور اہمتری دور سے ہر طرف سے سکھوں کے طوفانی عناصر نے گھیر رکھا تھا۔ یہ قومی سرمایہ تباہی و بربادی کے ہاتھوں نہ بچ سکا۔

آئی سوانح سمری، اولیاء کرام کے تذکرے، خانقاہوں میں مرتب ہونے والے ملفوظات اور مذہبی کتابیں جو معلوماً ایک اہم پہلو شمار ہوتے ہیں قوم کے لئے محفوظ نہ رہ سکے، بلکہ جب سکھ لاہور پر غالب آگئے تو انہوں نے قرآن کے ہزار ہا نسخے جلا ڈالے بہت بڑی تعداد میں اپنے ساتھ لے گئے تاکہ مسلمانوں کی یہ مقدس کتاب ہمیشہ کیلئے ختم ہو جائے۔

حضرت شاہ عنایت قادریؒ اونچی مسجد (بھائی دروازہ) میں بغیر کسی معاوضہ کے برسوں تک وعظ و خطابت درس و تدریس کی خدمات انجام دیتے رہے۔ آپ کے درس میں بتدی اور مننتی دونوں شریک ہو کر اپنی علمی استعداد اور قابلیت کے مطابق اخذ فیض ہوئے۔ آپ نے درس حدیث، تعلیمات اور تصوف کو بڑے اہتمام سے پوری رکھا جو بدعات، محدثات رواج پا گئی تھیں۔ ان کا سدباب کیا۔ بدعات کے خلاف حتیٰ بات بیان کی۔

پانچ سوام کی کاپاپلیٹ دی اور اسلامی معاشرہ میں ایک انقلاب برپا کر دیا۔ جس کے نتیجہ میں درس و تدریس کے سلسلہ نے زور و وسعت پائی، سلسلہ مریدی آگے بڑھا، حدیث، تصوف، سلوک اور روحانیت کی تعلیم و تربیت نے بھی ترقی کی۔ جن کی روحانی قوت اور حسن سیرت نے ہزاروں اور لاکھوں انسانوں کی زندگی بد کر رکھی دی۔

علاقہ پنجاب خاص کر شہر لاہور میں اس بد امنی اور پُر آشوب زمانہ میں اسلام کی شمع اور فیروزاں ہوئی۔ اس منع فیض سے حسن اخلاق اور سیرت کردار کی وہ کرنیں پھولیں جو آج تک سارے علاقہ کو جگمگا رہی ہیں۔ یہ وہ ہی مقام ہے جہاں سے فیض یاب ہو کر اہل دل نے سچائی، نیک خوئی، انوث، محبت، ایثار، تحمل اور مذہبی رواداری کی تعلیمات کو عام کیا، عوام نے ان کی روحانیت، محبت بھری سادہ زندگی اور حسن اخلاق سے ذہنی سکون پایا، آپ کی خانقاہ ایسی روحانی تربیت گاہ تھی جہاں قلب و روح کی بیماریوں کا علاج کیا جاتا، خدا ترسی، انسان دوستی اور فکر آخرت کی صفات پیدا کی جاتی تھیں۔

اونچی مسجد (بھائی دروازہ) جہاں آپ کی درس گاہ تھی کے بارے پر وفیسر محمد علم الدین سالک رقم طراز ہیں کہ یہ وہ عالی شان مسجد ہے جو بھائی دروازہ کے اندر بازار لکڑہارا میں واقع ہے۔ اس کی کرسی اونچی ہے۔ اس لئے اونچی مسجد کہلاتی ہے۔ اس کی عمارت خاصی پرانی ہے اور محرابوں پر قرآن مجید کی آیات کے علاوہ ایک کتبہ نصب ہے جس سے صرف اتنا پتہ چلتا ہے کہ یہ اکبر بادشاہ کے ابتدائی عہد میں تعمیر ہوئی۔

ساری عمارتیں اس کی چھت پر لونی سپرد برہمی ہیں اور نہ کوئی اور نشان ہے جس سے اس کے

اور سن تعمیر کا اندازہ لگایا جاسکے۔ رائے بہادر کہنیا لال تاریخ لاہور میں لکھتے ہیں کہ یہ مسجد عہدِ محمدی کی تعمیر ہے عمارت اس کی پرانی ہے۔ مگر آپ سن تعمیر مسجد کی تفصیل اور بانی کے نام سے آگاہ نہیں کر سکتے۔ سید عبداللطیف مصنف "تاریخ لاہور" و دیگر تذکرہ نگار اس بارے بالکل خاموش ہیں۔ البتہ مقامی روایات یہ ہیں کہ اس زمانہ میں کسی سقہ نے بنوائی تھی۔

پہلے سرکار انگریز کے عہد میں سن ۱۲۹۹ھ / ۱۸۸۱ء میں اس کی مرمت ہوئی۔ گذشتہ چند برسوں سے

اس کی حالت بہت خستہ تھی حضرت شاہ عنایت قادریؒ کی اولاد سے خلیفہ علم دین جو اس وقت مسجد امام اور مزار کے متولی بھی تھے نے اہل محلہ اور مخیر حضرات کے تعاون و امداد سے اس کی مرمت کروائی، ہر زمانہ میں اس مسجد کی تعمیر و مرمت میں تبدیلیاں ہوتی رہی ہیں۔ آج کل یہ مسجد اہل محلہ کے تعاون سے اور مخیر حضرات کی مدد سے از سر نو تعمیر ہو رہی ہے۔ موجودہ تعمیرات کے بعد یہ تاریخی حنفیہ عنایتیہ مسجد گذشتہ ایام سے بالکل مختلف دکھائی دے گی۔

### ۲) تصانیف

حضرت شاہ عنایت قادریؒ کثیر التصانیف عالم تھے۔ صوفیانہ مسلک پر آپ نے کئی کتابیں تصنیف فرمائیں، متقدمین علماء کی کتابوں کی تفاسیر شروع اور حاشیہ بھی لکھے، عربی اور فارسی زبان کے فاضل اور مترجم بھی تھے۔ اب تک حسب ذیل آپ کی کتابوں کی پتھر چل سکا ہے جن کی تعداد سولہ سے زائد ہے۔

۱) غایتہ الحاشی (عربی منشور) یہ کتاب شرح و تالیف جو فقہ حنفیہ کی ضخیم کتاب ہے پر آپ کا حاشیہ ہے۔

سال تصنیف ۱۱۳۲ تا ۱۱۳۴ھ قلمی مخطوطہ (مخز) و نہ کتاب خانہ دانش گاہ پنجاب لاہور نمبر ۶۴۱۰،

۲) مجموعہ عرفانی شرح مجموعہ سلطانی (فارسی منشور) قلمی نسخہ ذخیرہ شیرانی کتاب خانہ دانش گاہ پنجاب نمبر ۶۵۶۔

۳) کنز الدقائق کی ایک بسیط شرح لکھی ہے جس کا نام "ملقط الحقائق" ہے۔ صاحب حدائق الحنفیہ اوزر ہمتہ الخواطر بیان کرتے ہیں کہ آپ اپنے وقت کے بہت بڑے جید حنفی فقیہ تھے۔

صاحب حدائق الحنفیہ مزید رقم طراز ہے کہ اس شرح میں آپ نے شہد کے اندر اشارہ شبابہ کو منون قرار دیا ہے اور اس سنت کو خوب ترویج دی ہے (تذکرہ ص ۴۵۷)

۴) رسالہ در مسئلہ حرب و دار الحرب، بکواب مکتوب حاجی محمد شریف نقشبندی قصوری (فارسی منشور)

۵) رسالہ در مسئلہ حرب و دار الحرب، بکواب مکتوب حاجی محمد شریف نقشبندی قصوری (فارسی منشور)

مغلی نسخہ مملوکہ محمد اقبال مجددی۔ اس رسالہ میں ہندوستان کی اس وقت کی حالت کے پیش نظر

ہندوستان کے ہندو اکثریت والے صوبوں کو دارالحرب قرار دیا ہے۔

۷ وحدت الوجود کے موضوع پر ایک تصنیف "تنقیح المرام فی مبحث الوجود" ہے جس کا سن

تصنیف ۱۱۱۰ھ بیان کرتے ہیں، صاحب نزہتہ الخواطر بیان کرتے ہیں کہ اس کے علاوہ

صوم و صلوٰۃ کے مسائل پر ایک رسالہ بھی آپ کی یادگار ہے۔ اس رسالہ کا نام نہیں لکھا۔

(نزہتہ الخواطر جلد ۶ ص ۱۹۵-۱۹۶)

۸ طائف غیبیہ (فارسی نثر) سال تصنیف ۱۱۰۰ھ (قلمی نسخہ) محزونہ کتاب خانہ مرکز تحقیقات

فارسی، ایران و پاکستان، راولپنڈی، یہ کتاب مولوی سراج الدین قادری شطاری اولاد حضرت

عنایت قادری کے کتاب خانہ میں قبل از تقسیم موجود تھی، صاحب سلیم التواریخ نے اس کا مطالعہ کیا اور

ن کرتا ہے کہ اس میں طبعی مسنون اور اشغال و اذکار درج ہیں طرق مختلفہ کے مدارج کے علاوہ تصوف کے

نکات بھی ملتے ہیں اور شطاریہ سلوک پر مبنی ہے۔

۹ اذکار قادریہ؛ فہرست مخطوطات آئی والو (IVANOV) ایشیاٹک سوسائٹی آف بنگال کلکتہ

۱۹ مخطوطہ نمبر ۲۳۷-۱۳۷

۱۰ ذیل الاغلاطی مسائل الغصب بالافراط (فارسی منشور) درود حاجی محمد شریف نقشبندی

پوری (قلمی نسخہ) مملوکہ محمد اقبال مجددی۔

۱۱ الکلمات الثمات فی رد مطاعن الثقات (عربی منشور) درود حاجی محمد شریف نقشبندی قصوری

میں نسخہ) مملوکہ محمد اقبال مجددی۔

۱۲ رسالہ فی ہیبتہ الطاعات من الصوم والصلوٰۃ (عربی منشور) درود حاجی محمد شریف نقشبندی

قصوری (قلمی نسخہ) مملوکہ محمد اقبال مجددی۔

۱۳ رسالہ فی حل شرب الدخان (عربی منشور) درود حاجی محمد شریف نقشبندی قصوری (قلمی نسخہ)

مملوکہ مولانا عبدالرشید شاہدہ۔ لاہور،

۱۴ رسالہ فی حل تنباکو (عربی منشور) قلمی نسخہ مملوکہ معین الدین لاہور۔

۱۵ رسالہ فی رد من قال ان الدعاء فی الرزق کفر (عربی منشور) قلمی نسخہ مملوکہ محمد اقبال مجددی۔



۱۴) لباس برہنہ شرح بعض مقامات فتاویٰ برہنہ: تصنیف مولوی نصیر الدین لاہوری

منشور قلمی نسخہ مملوکہ مولانا محمد طیب ہمدانی قصور۔

۱۵) فتاویٰ عنایتہ بحوالہ تحریر حاجی محمد شریف نقشبندی قصوری (قلمی نسخہ)

۱۶) دستور العمل (فارسی منشور): بحوالہ صوفی محمد اکبر علی: سلیم التواریخ ص ۳۶۵-۳۶۰

صاحب بیان کرتے ہیں کہ یہ کتاب آپ نے ایک دوست کی فرمائش پر لکھی، عملیات کی ایک ہے۔ اس کتاب کو دیکھ کر آپ کی اصلی عظمت کی تصویریاں نکھول کے سامنے پھر جاتی ہے اور بے

کہنا پڑتا ہے کہ پنجاب کے دارالصدر لاہور میں صدر العلماء ہونے کے علاوہ بیشک آپ صد

کہلانے کے ضرور مستحق ہیں بلکہ شاہ: چارلس فریڈرک اسبورن، آئی سی ایس مطبوعہ لاہور

۱۷) شرح معنی تفسیر جواہر خمسہ (قلمی نسخہ) اسلامیہ کانچ پشاور لاہور نمبر ۱۰۶۲

۱۸) ارشاد الطالبین (فارسی منشور) مملوکہ مولوی سراج دین قادری شطاری اولاد حضرت

عنایت قادری: بحوالہ منگل شاہ: سی ایس اسبورن آئی سی ایس مطبوعہ لاہور ۱۹۰۵ء

۱۹) اصلاح العمل (فارسی منشور) مملوکہ مولوی سراج دین قادری شطاری اولاد حضرت شاہ

قادری: بحوالہ منگل شاہ: سی ایس اسبورن آر کے لاجوتی، اے آر لوہقر۔ ناشر شیخ مبارک

کتب فروش لاہور مطبوعہ ۱۹۸۲ء (بہ زبان انگریزی)

## ۳) آپ کی چند کتابوں کا تعارف

### غایتہ الحوائشی

خط: نیم شکستہ

اوراق: ۵۴۹

کاتب: خود مولف

سطور: ۲۴ تا ۲۹

تاریخ کتابت: ۱۱۳۲ھ

تقطیع: ۲۸ × ۱۹ سم

الحمد لله الذي موجز هدايته وقاية عن الانحراف عن الطريق  
الاستقيم ومختصر وقاية كفاية في الاستقامته على الدين القيم  
..... يقول ..... ابوالمعارف محمد عنایت الله الحنفی القادری  
القصوری ثم اللاهوری، امرنی --- سیّدی الیاس ..... وسمیته  
غایتہ الحواشی ---

زیر نظر تالیف، شرح وقایہ پر حاشیہ ہے۔ مؤلف نے اس تالیف کے دیدار میں لکھا ہے  
کہ علوم رسمیہ (متداولہ) کی تحصیل کے بعد وہ مسلسل تیس برس تک سلوک اور تزکیہ نفس و تصفیہ  
قلب کے سلسلہ میں مشغول رہا جس کے دوران طبیعت قیل و قال سے متوحش ہو گئی۔ یہاں تک  
کہ اولاد کی تعلیم و تربیت کے لئے بھی توجہ باقی نہ رہی۔ بحر و اندر زندگی بسر کی۔ بالآخر ایک بزرگ  
ابوالنصر سید الیاس نے مؤلف کو لڑکوں کی تعلیم کا حکم دیا۔ چنانچہ مؤلف نے محمد زاہد (اسے الولد المکرّم) لکھا ہے) کی تعلیم شروع کر دی اور اسی دوران زیر نظر حاشیہ بھی سپرد قلم ہوتا رہا۔ حضرت ابوالنصر سید  
الیاس نے اتنی شفقت مجھ پر فرمائی کہ گوشہ نشینی سے نکال کر جلوت میں لے آئے۔ میرا قلب نور ایزدی  
سے منور رہا۔

### غایتہ الحواشی کی اصل عبارت ملاحظہ ہو

.... يقول العبد الفقير المشتاق الى لقاء الباري ابوالمعارف محمد  
عنایت الله الحنفی القادری القصوری ثم اللاهوری الشطاری لما  
اشتغلت بعد تحصیل العلوم الرسمیة بتزکیة النفس و تصفیة  
القلب منذ ثلاثین سنة بحیث صارت الطبیعة متوحشا عن انقیال  
والقال و متوغلا فی بحر التجلیة و التخلیة بفراغ ابال فاهم یکن  
الوسعة لتعلیم الاولاد و قد حان ان یضیعوا مع الاحقاد امرنی  
شفقة علیهم بتعلیمهم قدوة الاولیاء و العرفاء هادیة کافاة  
من الجنة و الناس ابوالنصر سید الیاس فد الله وجهاء بنو وجهاء

الکریم و ادا م قرۃ عینہ بجمال ذاته القدیم و ببلغہ تحیۃ  
 وسلاماً منّا و اوصل بركاته اینا و یتر متابعته عینا فان  
 رجل مامور و المامور معذور و اتوکل علی اللہ و المتوکل علیہ منصور  
 فعَلَقْتُ هذه البضاعة المرجاة علی شرح الوقایة عند فرایة  
 (قراءة ۹) الولد العزیز محمد زاهد جعله اللہ وسیلة للطلبة  
 فی الدرایة و الروایة و الهدایة و سمیته غایة الحواشی و  
 هو حسبی و نعم الوکیل ..... (مخطوط ص الف ب)

اس حاشیے کی تالیف کا آغاز ۱۱۳۲ھ میں اور اتمام ۱۱۳۴ھ میں ہوا۔ بیان کردہ مخطوطہ  
 حضرت شاہ عنایت قادری کا خود نوشت نسخہ ہے۔ اس تالیف کو پاک و ہند کے فقہی لٹریچر  
 میں بلند مقام اور خاص اہمیت حاصل ہے یہ تالیف ابھی تک طبع نہیں ہوئی۔

### غایت الحواشی کی اصل عبارت ملاحظہ کریں

..... وكان ابتداء شروعه في تاريخ السنة الهجرية  
 الف و مائة و اثنان و ثلاثون و لخم في الف مائة و اربعة  
 و ثلاثين الحمد لله اولاً و آخراً ..... (مخطوط ص الف ب حاشیہ)  
 مذکورہ ضخیم کتاب آپ نے اپنے صاحبزادے شیخ محمد زاہد اللہ کی راہنمائی کے لئے لکھی تھی۔ یہ  
 حاشیہ بعض مقامات پر آپ کے مشرب صوفیانہ، دینی مسائل اور خصوصی ذوق و اعتقادات  
 کی عکاسی کرتا ہے۔ غایت الحواشی کے پہلے دو اوراق پر حسب ذیل ماخذ کو حوالوں کے طور  
 پر استعمال کیا ہے جس سے مؤلف کی علمیت اور وسعت مطالعہ کا پتہ چلتا ہے۔

شرح المغنی لابن طولون، الصراح، القاموس، الصراح للجوهری،  
 الزجاج، ازہری، باذانی، سیبویہ، جاد اللہ الزمخشیری، البرجندی،  
 شرح البزدوی للالہ داد، شرح القدری للعلامة المحمادی، مختار  
 الفتاوی، خزائن المفتین، احمد جند، البخاری، الموطا، مسند احمد

کتابتِ شریفہ، جامعہ اسلامیہ، لاہور، پاکستان

تخلیقات و تصانیف

جو اہل تشیع کے عقائد اور عقوبت کے حوالے سے لکھی گئی ہیں اور ان کے بارے میں

مختلف مذاہب کے علماء نے جو اعتراضات اور شبہات اٹھائے ہیں ان کے جوابات

تقریباً ۱۹۰۰ء

کے کتابت کے تحت شائع ہوئے ہیں

مولانا عبدالحق بن محمد امین صاحب "تفسیر تفسیر" کے مصنف اور مولانا

ابو نعیم بن علی بن محمد بن اسحاق بن عمار کے تالیفات کے مترجم ہیں

### جو اہل تشیع کی شرح و تفسیر

جو اہل تشیع کے عقائد اور عقوبت کے حوالے سے لکھی گئی ہیں اور ان کے بارے میں

مختلف مذاہب کے علماء نے جو اعتراضات اور شبہات اٹھائے ہیں ان کے جوابات

تقریباً ۱۹۰۰ء کے کتابت کے تحت شائع ہوئے ہیں

مولانا عبدالحق بن محمد امین صاحب "تفسیر تفسیر" کے مصنف اور مولانا

ابو نعیم بن علی بن محمد بن اسحاق بن عمار کے تالیفات کے مترجم ہیں

۱۹۰۰ء اور ۱۹۰۱ء کے صفحات پر مشتمل ہے۔ تقشیر ۲/۳۴ ہے۔ ابو نعیم بن محمد بن اسحاق بن عمار

تعلیق میں حواشی بھی لکھے ہیں جو آپ کی علیت و فضیلت کی روشن دلیل ہے۔

### دستور العمل

حضرت شاہ عنایت قادریؒ روحانی رہبر کی حیثیت سے لاہور اور قصور میں اُجاگر ہوئے

اور عالم ہونے کی حیثیت سے مقبول ترین شخصیت کے مالک تھے۔ آپ کی تصنیف "دستور العمل"

خدا سے ملنے اور نجات پانے کا ایک مکمل ضابطہ ہے۔ یہ عملیات کی ایک جامع کتاب ہے۔

چارلس فریڈرک اسٹورن اس کتاب کی خوبی ان الفاظ میں ادا کرتے ہیں۔

"Darsat-ul-Arkan is still recognized as

an authoritative work which describes the methods of salvation" -

## مجموعہ عرفانی فی شرح مجموعہ سلطانی

یہ کتاب ۱۸۲ صفحات پر مشتمل ہے، سائز ۸ × ۴ ۱/۲ ہے۔ ہر صفحے میں ۱۷ سطریں  
 ۳۳۔ ابواب و فصول پر مشتمل ہے۔ اس کتاب کی ترتیب وہی ہے جو عام فقہی کتابوں کی ہے  
 ہے۔ اصل کتاب کا نام مجموعہ سلطانی نہیں بلکہ مجموعہ سلطانی ہے۔ اس کا ایک قلمی نسخہ انڈیا آفس  
 لاٹری میں موجود ہے جو شمارہ ۲۵۵۱ پر موجود ہے۔ اس کتاب کا ایک کرم خوردہ ناقص نسخہ پنجاب  
 پبلک لاٹری میں بھی موجود ہے۔ منشور فارسی ہے۔ مجموعہ سلطانی فقہ کی کتاب تھی جو سلطان  
 غزنوی کے حکم سے مرتب ہوئی۔ وقتاً فوقتاً طہارت و عبادات کے متعلق جو مشکل فقہی مسائل  
 پیش آتے تھے، ان کے متعلق علماء کی ایک جماعت مشاورت کے بعد اپنے فیصلے دیتی تھی۔ ان مسائل  
 کو ابواب و فصول میں تقسیم کر کے سوالات و جوابات کی صورت میں ترتیب دیا گیا۔ حضرت  
 عنایت قادریؒ اس کتاب کے شارح ہیں۔ آپ نے دیباچے میں شرح کنز کے حوالہ سے اس باب  
 کا اظہار کرتے ہیں کہ اس کتاب میں وقتاً فوقتاً اضافات ہوتے رہتے ہیں۔

یہ کتاب فقہ حنفی پر مبنی ہے۔ اس میں امام ابو حنیفہؒ کے اجتہاد کو افضل مانا گیا ہے۔ آپ کے  
 جانشینوں کے اختلافات پر بھی روشنی ڈالی ہے۔ حضرت شاہ عنایت قادریؒ نے عقل و درایت  
 کو مد نظر رکھتے ہوئے اس مجموعہ کے غلط جوابات کی تصحیح کی ہے۔ اس کتاب کے شارح ہونے  
 کی حیثیت سے آپ علماء و صلحاء میں بہت مقبول تھے۔ (ماخذ دیباچہ کتاب)  
 حاجی محمد شریف نقشبندی قصوری (م ۱۱۵۳ھ / ۱۷۴۰ء) کا شمار قصور کے اکابر علماء میں ہوتا  
 ہے۔ آپ کے حضرت شاہ عنایت قادریؒ سے بڑے گہرے تعلقات تھے اور علمی مراسلت بھی تھی۔  
 آپ نے حاجی صاحب کے جواب میں متذکرہ رسائل تالیف کئے جس سے امور شریعت کی تحقیق ہوتی  
 ہے۔ اس کے علاوہ حضرت شاہ عنایت قادریؒ اور حاجی صاحب کے مابین حق پرینے کے موضوع  
 پر بھی خط و کتابت ہوئی تھی۔

حضرت شاہ عنایت قادری کے بعض

## مشائخ اور سلسلہ طریقت

خاندان قادریہ؛ اول خاندان چیبہ: یہ خاندان حضرت حبیب عجمی قدس اللہ سرہ سے جاری ہوا۔  
 حضرت خواجہ حسن بصریؒ کے خلیفہ تھے۔ سفینۃ الاولیاء میں لکھا ہے کہ آپ نے ۱۵۶ھ میں  
 وفات پائی، مرقد پاک عجم میں ہے۔ آپ نے حضرت خواجہ عقیق عرف خفیف، حضرت خواجہ بایزید بسطامیؒ  
 عرف طیفور شامیؒ، حضرت داؤد طائیؒ، حضرت شیخ فتح اللہ گارزونیؒ، حضرت شاہ عبداللہ بن عوف گارزونیؒ  
 ان پانچوں حضرات کو خرقہ خلافت سے سرفراز فرمایا۔

خاندان طیفور یہ: یہ خاندان حضرت طیفور الدین شامیؒ سے جاری ہوا۔ آپ حضرت عین الدین شامیؒ  
 کے مرید و خلیفہ تھے۔ آپ نے حضرت علی ابن ابی طالب کرم اللہ وجہہ سے خرقہ خلافت حاصل کیا۔ بعض  
 اس خاندان کو حضرت بایزید بسطامیؒ سے ملتے ہیں۔ آپ نے ۱۶۱ھ میں وفات پائی۔ اس خاندان  
 کے دو گروہ جاری ہوئے۔ اول طبقاتی جو حضرت شاہ بدیع الدین قطب المدار سے جاری ہوا جو حضرت  
 طیفور الدین شامیؒ کے مرید تھے۔ بیان کرتے ہیں کہ اس گروہ کی ستر سٹھ (۶۷) شاخیں ہیں اور چھانوہیں  
 خلیفہ گل ہوئے ہیں۔ دوسرا گروہ شطاریہ ہے اس کی تفصیل یوں ہے۔

حضرت شیخ ابویزید طیفورمیؒ ابن علیؒ ابن آدم بسطامیؒ ابن سروشان بسطامیؒ سلسلہ شطاریہ  
 کے پیشوا ہیں۔ اس سلسلہ کو ایران میں "عشقیہ" کہتے ہیں۔ روم میں بسطامیہ اور ہند و پاک میں "شطاریہ"  
 کہتے ہیں۔ ان کے مشائخ نے عراق، عرب، عجم، ایران اور توران میں اس سلسلہ کو فروغ دیا۔  
 آپ تجلیات الہیہ کے محرم اور اسرار حق کے منظر تھے۔ ہمیشہ قریب الہی کے مقام پر رہا کرتے تھے۔

محبت الہی کی آگ میں سوختا اور بدن کو مشاہدہ میں مشغول رکھتے تھے، حضرت علیہ بغدادی فرماتے ہیں کہ اس کی ذات بابرکات ہم میں ایسی ہے جیسے حیرا کی علیہ السلام فرشتوں میں، نیز تمام سالخان راہ تو خدایہ کی انتہا آپ کی ابتداء ہے۔

حضرت بایزید بسطامی نے ۲۶۰ھ / ۸۷۳ء میں وفات پائی۔ آپ کا مزار پر انوار بسطام میں ہے۔

① حضرت شاہ عبداللہ شطاریؒ ۹۳۰ھ کے بعد شطاری گروہ کے سربراہ و بزرگ حضرت شیخ

محمد صادقؒ نے ماورالہند کے شہروں میں رشد و ہدایت کی

علم بلند کیا اور قبلہ گاہ مشائخ و فضلاء ہوئے۔ ان ہی مشائخ میں سے نویں صدی ہجری (پندرھویں

صدی عیسوی) کے آخر میں حضرت شاہ عبداللہ شطاریؒ (م ۸۹۰ھ / ۱۴۸۵ء) ایمان سے

ہندوستان میں تشریف لائے۔ ہندوستان کے کفرستان کو نور اسلام سے منور کیا۔ آپ مشائخ

کبار سے ہیں اور آپ کا شمار کالمین وقت میں ہوتا ہے۔ آپ کمالات ظاہر اور باطن سے

متصوف تھے۔ ریاضات اور کرامات کے لحاظ سے بہت بلند مقام رکھتے ہیں۔ آپ نے مشرب

شطاریہ پر ایک رسالہ بھی تحریر فرمایا ہے جس میں آپ نے اپنا سلسلہ نسب بھی بیان کیا ہے جو چند واسطوں

حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی قدس سرہ سے جا ملتا ہے وہ اس طرح ہے۔

”حضرت شاہ عبداللہ شطاریؒ پسر حمام الدین عبداللہ ابن رشید الدین ابن ضیاء الدین ابن نجم الدین

ابن جمال الدین حماد ابن عمر المعروف بہ شیخ اشیمین شیخ شہاب الدین سہروردی۔

آپ کا سلسلہ طریقت سلسلہ طیفوریہ میں حضرت بایزید بسطامیؒ تک ملتے ہیں جو اس سلسلہ کے

بزرگوں کے نام بہ ترتیب حسب ذیل ہیں :-

”حضرت شیخ عبداللہ شطاریؒ، حضرت شیخ محمد عارف طیفوریؒ کے مرید و خلیفہ تھے۔ وہ حضرت

شیخ محمد عاشق زہد بن حضرت شیخ خدا قلیؒ کے وہ اپنے والد ماجد حضرت شیخ محمد خدا قلیؒ ماورالہندی کے،

وہ حضرت خواجہ ابوالحسن خرقانیؒ کے، وہ حضرت خواجہ ابوالمنظف مولانا ترک طوسیؒ کے، وہ حضرت خواجہ ابی یزید

عسقلیؒ کے، وہ حضرت خواجہ محمد مغربیؒ کے، وہ سلطان العارفين خواجہ بایزید بسطامیؒ قدس سرہ کے وہ حضرت

امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اور وہ اپنے آباؤ اجداد کے خلیفہ تھے۔“

”اسمطہ لجمید“ میں لکھا ہے کہ حضرت شیخ محمد مغربیؒ نے حضرت شیخ بایزید بسطامیؒ کا زمانہ نہیں پایا

بلکہ ان سے روحانی فیض حاصل کیا "صفتہ الصفاۃ" سے علم ہوتا ہے کہ حضرت شیخ محمد مغربی "شیخ بایزید بسطامی" کے زمانہ میں موجود تھے کیونکہ انہوں نے ایک سو بیس برس بعد وفات پائی ہے حضرت شیخ محمد مغربی حضرت شیخ علی بن زریں کے شاگرد مرید تھے جو حضرت حسن بصری کی صحبت سے فیضیاب ہوئے۔

④ سلسلہ شطاریہ کی وجہ تسمیہ اشطار کے معنی تیز رفتار کے ہیں اور صوفیہ کی اصطلاح میں علم شطار مشغل باطنی کو کہتے ہیں جس سے فنا فی اللہ اور بقا باللہ کا مقام

حاصل ہوتا ہے۔ علاوہ ازیں اصطلاح تصوف میں شطار مسلکین کی ہر وہ جماعت کہلاتی ہے کہ جن کی میر بطریق جذبے کے ہو، چونکہ شیخ عبد اللہ شطاری کے طریقے میں سالک کو ایسے اعمال میں مشغول کیا جاتا ہے کہ جس کی بنا پر وہ فی الفور جذبہ الہی کا مورث ہوتا ہے کشف اللغات میں ہے کہ شطار ان کو اس وجہ سے کہتے ہیں کہ سالک ان کے طریقے میں طرفۃ العین میں حق تعالیٰ تک پہنچتا ہے۔ اس سلسلے کے بزرگ دوسرے سلسلوں کے بزرگوں سے "شطار" یعنی زیادہ تیز اور سرگرم ہوتے ہیں یہ لوگ جنگلوں میں رہ کر سخت ریاضتیں کتے تھے۔ ۱۷

کتاب جو اہر خمسہ میں لکھا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے: "نزل علم الشطار

قبل الفرقان فی صدی فتحقت حقیقتا الاشیاء من الازل الی الابد"

(ترجمہ) میرے سینہ میں علم شطار نازل ہوا۔ قرآن سے پہلے اور ازل سے ابد تک

مجھے حقیقت الاشیاء سے آگاہی ہو گئی۔

پس یہ علم شطار حضرت رسالتناہ علیہ الصلوٰۃ والسلام سے امیر المؤمنین حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو پہنچا اور آپ سے صوفیاء کرام کو حاصل ہوا۔ اس وجہ سے مشغل باطن تمام سلسلے کا معمول ہو گیا جب شیخ عبد اللہ کو ریاضت و مجاہدہ سے علم شطار کا حقہ حاصل ہو گیا تو آپ اسی صفت سے موصوف ہو گئے اور آپ کے شیخ محمد عارف طیفوری نے آپ کو شطار کا لقب عطا فرمایا۔ آپ کے مریدین بھی اسی نام سے موسوم ہوئے۔ شیخ محمد عارف طیفوری نے آپ کو خرقہ خلافت دے کر رشد و ہدایت کے لئے ہندوستان کی طرف روانہ کیا اور سلسلہ شطاریہ کا آغاز ہندوپاک میں آپ نے کیا ہے آپ اپنے پیرومرشد کی وصیت کے مطابق جس جگہ تشریف لے جاتے وہاں اعلان کرتے کہ جو شخص صاحب حق ہے میرے پاس آئے تاکہ میں اسے سلوک شطار عطا کروں اور شاخ روزگار کی خدمت میں جا کر کہوں کہ اگر آپ کے پاس کوئی چیز ہے



تو مجھے عنایت کر دو ورنہ جو کچھ میرے پاس ہے حاضر ہے۔ یہ دیکھ کر بہت طالبانِ حق اور بے شمار سلفیت آپ کے گریہ ہو گئی اور اخذ فیض ہوئی۔

رفتہ رفتہ آپ شہر مانگ پور میں پہنچے اور حضرت حسام الدین مانگ پوریؒ اور ان کے خلفاء سے ملاقات ہوئی۔ شیخ حسام الدین نے کمال عجز و انکساری سے جواب دیا کہ میرے پاس کوئی ایسی چیز نہیں جو آپ کے سامنے ظاہر کروں اور جو کچھ میں نے اپنے مشائخ سے حاصل کیا ہے۔ اس قدر ہے کہ اب تک اس کے فوائد سے مستفیض ہو رہا ہوں اور آپ سے مزید کوئی چیز حاصل کرنے کی ضرورت محسوس نہیں ہوئی۔ شیخ عبداللہ شطاریؒ اس جواب سے بہت خوش ہوئے۔ اور آپ کی بلند ہمتی کی داد دی۔ کچھ عرصہ گزرنے کے بعد آپ جون پور چلے گئے۔ جہاں آپ بہت مقبول ہوئے۔ مخدوم شیخ محمد المعروف بہ قاضی میزریؒ اور دیگر احباب نے آپ سے تربیت حاصل کر کے مرتبہ ارشاد کو پہنچ گئے۔ چنانچہ آج تک یہ سلسلہ شیخ قاضی اور دوسرے خلفاء کے ذریعہ جا بجا جاری ہے۔

مالوہ کا حاکم آپ کا احترام کرتا تھا۔ آپ کو بہت عزت و تکریم کے ساتھ صوبہ مالوہ کے پائے تخت شہر مندو (مانڈو گڈھ) میں ٹھہرایا۔ کئی برس وہاں قیام پذیر ہو کر ہدایت خلق میں مشغول رہے۔ لطائف اشرفی کی عبارت سے یہ بات ظاہر ہوتی ہے کہ جب میر سید اشرف جہانگیر سیر کرتے ہوئے مالوہ تشریف لے گئے تو شیخ عبداللہ شطاریؒ نے آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اخذ فیض ہوئے۔

شیخ عبداللہ شطاریؒ بڑے صاحبِ کمال اور عالی مقام بزرگ ہوئے ہیں۔ آپ کی کرامات و کمالات بیان سے باہر ہیں۔ آپ مریدین کی تربیت میں خصوصی توجہ فرماتے تھے۔ آپ نے ۸۹۰ھ / ۱۴۸۵ء میں وفات پائی۔ آپ کا مزار مبارک مالوہ کے سابق دارالسلطنت مانڈو میں قلعہ کے اندر واقع ہے۔ آپ کے سلسلے کے مشہور شیخ پیر میرؒ تھے۔ ایک دفعہ جہانگیر بادشاہ کے ہمراہ مانڈو گئے اور مزار مبارک تیار کر آیا۔ وہ عمارت اب تک موجود ہے۔

شیخ موصوف کے انتقال کے بعد آپ کے خلیفہ شیخ محمد المعروف بہ شیخ قاضی میزریؒ نے اس سلسلہ کو پھیلا یا۔ آپ کا مرکز ضلع مظفر پور (بہار) کا جنوبی علاقہ تھا۔ آپ سے دو بزرگوں نے تربیت پائی جو بڑے صاحبِ کمال اور عالی مقام بزرگ ہوئے ہیں۔ ایک حضرت میر سید علی قوام جن کا مزار جو پور کے

نواح سرانے میران میں واقع ہے۔ دوسرے آپ کے فرزند اکبر اور جانشین حضرت شیخ ابوالفتح ہدایت اللہ  
 مرت ہتھے۔ ان دونوں بزرگوں نے سلسلہ شطاریہ کو فروغ دیا۔ حضرت شیخ علی قوام جو پوری، حضرت  
 عبدالقدوس النظام آبادی کے خلیفہ تھے۔ وہ شیخ حافظ کے خلیفہ تھے۔ وہ شیخ عبداللہ شطاری  
 سے بھی خرقہ خلافت حاصل کئے ہوئے تھے۔ اس طرح ہندوپاک میں دو شاخوں سے سلسلہ شطاریہ  
 کی اشاعت ہوئی۔

حضرت شیخ ابوالفتح ہدایت اللہ مرت نے ۱۵۷۸ھ/۹۴۶ء (بالعد) وفات پائی۔ آپ کا مزار  
 پیر الوار حاجی پور (بہار) کے قریب ہے۔

شیخ لہور حاجی حمید الدین "حصور" آپ کے خلیفہ تھے۔ آپ بڑے قوی الحال اور صاحب ارشاد  
 تھے۔ روحانیت میں بلند مقام رکھتے تھے۔ آپ نے ۹۳۰ھ/۱۵۲۳ء میں وفات پائی۔ آپ کا  
 مزار مبارک ضلع سارن پور (بہار) میں زمین سرانے میں واقع ہے۔ آپ کو "حصور" اس لئے بیان کرتے ہیں  
 کہ آپ نے اولاد تھی۔

حضرت حاجی حمید الدین حصور کی وفات کے بعد  
 حضرت شاہ محمد غوث گوالیاری مسند خلافت پر متمکن

ہوئے اور گوالیار میں قیام کر کے فیض رسائی کا سلسلہ جاری کیا۔ شاہ وگدا سب ہی آپ سے اخذ فیض ہوئے۔  
 آپ کا دربار شاہان عالم کا بلجا و ماوی تھا۔ عوام مادی اور روحانی دونوں قسم کی ضروریات پیش کرتے اور  
 ان کی مجالس میں انہیں سکون پتسر آتا۔ آپ صاحب ارشاد تھے۔ بابر بادشاہ، ہمایوں بادشاہ اور  
 اکبر بادشاہ کو آپ سے خاص عقیدت تھی، جہاں گیر بادشاہ آپ کا بہت احترام کرتا تھا۔ تھا مس ولیم  
 بیل (T. W. BEALE) نے لکھا ہے۔ آپ شیخ محمد غوث مستجاب الدعوات تھے جو پیشگوئی  
 فرماتے تھے۔ پوری ہوتی تھی۔ اس وجہ سے آپ نے کافی شہرت پائی اور بادشاہ وقت بھی آپ کے  
 دربار میں حاضر ہو کر آداب بجالانے لگے۔

آپ کا اکرم گرامی ابوالموید محمد غوث لیکن مرت نے انہیں "غوث" کے لقب سے ملقب کیا تھا۔  
 اور وہ اپنے نام سے زیادہ اپنے لقب سے مشہور ہوئے ہیں۔ آپ کا ہندوستان کے اعظم صوفیاء میں

شمار ہوتے ہیں۔ آپ بلند پایہ کے مصنف تھے۔ آپ کی تصنیفات جو اہرِ خمسہ، اور ادو غوثیہ، معراج نامہ، بحرالحمیات، ضماؤ و بصائر، کلید مخازن اور کنز الوجود قابل ذکر ہیں جو آپ کی علمیت اور محققانہ قابلیت روشن دلیل ہے۔

بعض تذکرہ نگاروں میں درج ہے کہ حضرت شاہ محمد غوث گوالیاری اپنے بھائی شیخ بہلول اور معراج بھائیوں کے حضرت حاجی حمید الدین حضور کی قدم بوسی کا شرف حاصل ہوا اور بیعت ہوئے۔ مگر حضرت شاہ محمد غوث گوالیاری خرقہ خلافت سے سرفراز ہوئے۔

ہمایوں بادشاہ کے بھائی شیخ بہلول کامرید تھا، جب تک زندہ رہا آپ کی دعا برکت سے اس کوئی تکلیف نہ ہوئی۔ ۹۴۵ھ میں ہمایوں کے چھوٹے بھائی مرزا ہندال نے باغی ہو کر علم بغاوت بلند کیا، بادشاہ نے اس کو نصیحت کے لئے شیخ بہلول کو اس کے پاس بھیجا، مرزا ہندال نے چند اوباشوں کو گول کے مشورہ سے آپ کو شہید کر دیا۔ آپ کی قبر بیانہ (بھارت) جو ہندوؤں کے قریب واقع ہے کے دروازہ پر ہے۔ بیانہ کا قلعہ وجیامندر گڑھ مشہور ہے۔ اس پر ایک قدیم ناگری کتبہ وجیامندر کا جس کا زمانہ ۱۰۴۳ء ہے۔ اس وجہ سے اس قلعہ کو وجیامندر گڑھ کے نام سے پکارتے ہیں۔ جو پور کے قریب نالہ برکت اور نالہ دمدمہ موضع کو ہندہ پر ملتے ہیں، طینیانی کی وجہ سے شہر کے اکثر محلے ویران و برباد ہو جاتے تھے۔ شیخ بہلول نے شہنشاہ بابر کے عہد میں ایک پیل اور بند تعمیر کرایا جو مدتوں تک قائم رہا۔ اب چند سالوں سے شکستہ حالت میں ہے۔ مگر پھر بھی اس قدیم یادگار کے نشان اب تک موجود ہیں۔

حضرت شاہ محمد غوث گوالیاری نے اور ادو غوثیہ سن ۹۴۹ھ / ۱۵۴۲ء میں تصنیف فرمائی۔ اس تصنیف میں آپ نے اپنی تاریخِ ولادت، ردِ حجب المر جب بروز جمعہ وقت غنارہ پیشین ۹۰۶ھ تحریر فرمائی ہے اور جانے پیدائش ظہور آباد (غازی پور) لکھی ہے۔ آپ نے حالاتِ زندگی سات سال کی عمر سے ۴۳ سال کی عمر تک نہایت اختصار سے بیان کئے ہیں۔ یہاں آپ کا بیان نقل کیا جاتا ہے۔

ترجمہ :- اس درویش نے سات سال کی عمر میں راہِ طریقت میں قدم رکھا۔ ۹ سال کا تھا کہ معرفت حاصل ہوئی۔ پندرہ سال کی عمر میں رہنمائی کر رہا تھا۔ بائیس سال کی عمر میں معراج ہوئی۔ پچیس سال کی عمر میں طالبانِ طریقت کو ہم رنگ بنا رہا تھا۔ تیس سال کی عمر میں مرجع خاص و عام ہو گیا اور مقتدی

پیشوی بن گیا تھا۔ چالیس سال کی عمر میں بادشاہوں سے کچھ اختلاف کی صورت پیدا ہو گئی۔ چنانچہ سفر اختیار کیا اور ملک بکرات پہنچا۔ یہ اوراد غوثیہ قلعہ جانیپور میں لکھے گئے ان اوراد کو لکھتے وقت اس درویش کی عمر ۴۳ سال کی تھی۔ یہ فقیر ۷ ماہ رجب روز جمعہ وقت نماز پلٹنیں، ۹ صہیں پیدا ہوا۔ اور مذکورہ بالا تحریر ۷ ماہ جمادی الاول ۹۴۹ صہیں مکمل کی۔

حضرت شاہ محمد غوث گوالیاری جو وہ سلسلہ تصوف کے مقتداء تھے۔ کائنات ارض کی سیاحت کی۔ دنیا بھر کے روحانی خاندانوں سے فیض یاب ہوئے اور بعض حضرات سے خرقہ خلافت حاصل کیا تھا۔ سفر کے دوران ایک کوزہ کندھے پر اٹھائے رکھتے تھے۔ مصلیٰ بعل میں ہوتا تھا۔ ایک عصا ہاتھ میں رکھتے جسمانی طور پر بڑے نازک و لطیف تھے۔

محمد غوثی شطاری مائٹوی گلزار ابرار ص ۲۸ میں تحریر کرتے ہیں۔

”آپ حضرت محمد غوث گوالیاری نے شطاری شیرخوار بچوں کو نوزادگی کی پستی سے اُبھار کر مشائخ کی باطنی پرورش کے ذریعے نوجوان کیا اور توحید ایمان کے درخت کو تقلید اور استدلال کی خنداں سے بذریعہ نو بہار تحقیق و سے کر دای سرسبز بخشا تاکہ درخت مذکورہ افراد انسانی کے باغ میں ازلی توفیق کا پانی پنی کہ بار آور ہوا۔“

آپ نے اپنی تصنیف معراج نامہ میں اپنے عروج اور روحانی کمالات کا ذکر کیا ہے۔ بہاول سلطنت ہند سے محروم ہوا اور اپنا ملک چھوڑ کر ایران چلا گیا تو درباری حاسدوں نے شیر شاہ سوری کے کان بھرے اور معراج نامہ پیش کر کے کہا کہ اس میں کفریہ کلمات درج ہیں۔ شیر شاہ سوری آپ کو سزا دینا چاہتا ہے۔ آپ گوالیار سے ہجرت کر کے ۹۴۷ صہ میں گجرات چلے گئے۔ گجرات کے علماء نے بھی آپ کی مخالفت کی اور ایک محضر نامہ لکھ کر تمام علماء نے اپنی اپنی جہریں ثبت کر کے قتل کا فتویٰ دیا۔ یہاں تک کہ حضرت علی متقی نے جو علوم ظاہری و باطنی میں بلند مقام رکھتے تھے۔ محضر نامہ مذکور پر اپنی جہریں ثبت کر کے بادشاہ کے پاس بھیج دی، بادشاہ نے تامل کر کے کہا کہ جب تک شیخ وجہ الدین گجراتی کی اس پر جہر ثبت نہ ہوگی۔ قتل کا حکم نہ دیا جائے گا پس محضر نامہ مذکورہ آپ کے پاس بھیجا گیا اور آپ حالات دریافت کرنے کی غرض سے حضرت شاہ محمد غوث کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ آپ جب سارے حالات و واقعات سے آگاہ ہوئے تو

علماء کو جواب میں فرمایا کہ تمہارا فہم کلمات و معانی میں شاہ محمد غوثؒ کو نہیں پہنچ سکا اور جو تم نے حکم کیا ہے ظاہر شریعت میں ایسا ہی ہے لیکن یہ معاملہ باطنی ہے اور معراج حضرت سید صاحبؒ (حضرت شاہ محمد غوثؒ) کا عالم واقعہ میں وقوع میں آیا ہے اور حالات واقعہ کو عالم ظاہر کے ساتھ کچھ اعتبار نہیں، یہ احوال عالم صحو و سکر میں ہیں، بیداری اور عام حالات میں یہ واقعات و احوال رونما نہیں ہوئے۔ پھر علماء کرام نے اپنا محضر نامہ واپس لے لیا۔ ۳

مختصر یہ کہ اس رسالہ میں آپ نے آسمانوں اور سیاروں کی سیر کا ذکر کیا ہے جو عالم بیخودی میں واقع ہوئی تھی۔ جب کہ آپ کو ظاہر کی کچھ خبر نہ تھی، اس رسالہ کی وجہ سے آپ کو بڑی بڑی مشکلات کا سامنا کرنا پڑا، پھر گجرات سے اکبر آباد ۱۹۶۶ء میں پہنچے تو اسی معراج نامہ کی وجہ سے بیرم خاں اور شیخ گدائی ورپے آزار ہو گئے تو شیخ موصوفؒ آزرہ خاطر ہو کر گوالیار واپس تشریف لے آئے اور اپنی جاگیر پر جو مغل بادشاہوں نے عطا کی ہوئی تھی، پر قناعت کی۔ گوالیار پہنچے کے بعد آپ نے ایک خانقاہ تعمیر کرائی، بیعت و ارشاد میں مشغول ہو گئے۔ اس سلسلہ کی تعلیمات میں جویت کا عنصر غالب تھا اور ان کے پیروکار عالم بے خودی میں رہتے تھے اور ہر چیز سے بے خبر ہو جاتے تھے۔

اولیاء عہد اکبری کے ذکر میں ملا عبد القادر بدایونی بیان کرتے ہیں کہ شیخ محمد علم دعوت اسماء میں بڑی مقتدا اور صاحب تصرف تھے۔ اس علم کی اجازت انہوں نے اپنے بھائی شیخ بہلولؒ سے جو صاحب کرامات اور خوارق تھے، حاصل کی تھی، بہاولوں بادشاہ دونوں بزرگوں کا نہایت معتقد تھا اور جو خلوص اس کو ان سے تھا۔ کسی اور سے نہ تھا۔ طریقہ دعوت اسماء کا بھی ان سے سیکھا کرتا تھا۔ مزید ملا عبد القادر بدایونی منتخب التواریخ (ص ۲۱۹) میں لکھتے ہیں کہ ہم رہتا اس گٹھ کے جنگل میں شیخ محمد غوثؒ گوالیار کے مکان پر پہنچے۔ شیخ محدود بڑے ولی کامل اور عامل تھے۔ صبح کو ان کے کسی مرید نے ایک غار دکھلایا جس میں شیخ محدود نے بارہ برس تک عبادت کی تھی اور اس مدت میں فقط جنگل کے میووں اور پتوں کی غذا پر اکتفا کیا تھا اور ان کے اعمال کا یہ اثر تھا کہ سارے بادشاہ بڑی تعظیم اور تکریم کرتے رہے۔

حضرت شاہ محمد غوث گوالیاری نے ۱۲ رمضان المبارک ۹۷۰ھ میں اکبر آباد میں وفات پائی۔  
 گوالیار میں دفن ہوئے۔ آپ کا روضہ شہنشاہ اکبر کے کہنے پر آپ کے صاحبزادے شیخ عبداللہ  
 توفی ۱۰۲۱ھ/۱۶۱۲ء کی نگرانی میں تعمیر ہوا، جو اکبری عہد کی ممتاز ترین یادگار ہے اور زیارت گاہِ خلّاق  
 ہے۔ ملا اسماعیل عطار نے آپ کی تاریخ وفات یوں بیان کی ہے ”بندہ خدا شد“ (ت ۹۷۰ھ)  
 حضرت شاہ محمد غوث گوالیاری کے خلفاء اور مریدین بے شمار تھے جو ہندوپاک اور عرب و عجم میں  
 پھیلے ہوئے تھے۔ ان کے حالات کے لئے ایک علیحدہ تذکرے کی ضرورت ہے۔ یہاں صرف آپ کے  
 ممتاز خلیفہ شیخ وجیہ الدین گجراتی علوی کا ذکر کیا جاتا ہے جن کی شاخ سے حضرت شاہ عنایت قادری ہیں۔

اس نالیف کا موضوع ہے۔  
 رسالہ معارف اعظم گڑھ ماہ فروری ۱۹۳۳ء میں  
 مولانا سید ابوظفر ندوی بیان کرتے ہیں

## حضرت شیخ وجیہ الدین گجراتی علوی

کہ شاہ صاحب کا اصلی نام سید احمد ہے مگر دنیا ان کو وجیہ الدین کے نام سے جانتی ہے سلسلہ نسب  
 یہ ہے وجیہ الدین بن قاضی نصر اللہ بن قاضی سید عماد الدین بن سید عطاء الدین بن قاضی سید معین الدین  
 بن سید بہاء الدین بن سید کبیر الدین۔ اسی طرح سلسلہ سیدنا امام محمد غنی تک پہنچتا ہے؛  
 سید کبیر الدین کا اصلی وطن یمن تھا لیکن مکہ معظمہ میں آکر مقیم ہو گئے اور اسی لحاظ سے بعض لوگوں  
 نے ان کو مکہ بھی تحریر کیا ہے۔ اٹھویں صدی کے آخری یا نویں صدی کے ابتداء میں بہ عہد مظفر شاہ  
 اول گجرات تشریف لائے اور مقام پاٹری ضلع جھالاوار میں توطن اختیار فرمایا اور ہدایت خلیق میں مشغول  
 ہو گئے۔ حکام وقت کی طرف سے اس خاندان کو حکمہ قضاء سپرد ہوا، ان کی اولاد تازلیت اس حکمہ  
 سے منسلک رہی اور مختلف ضلعوں میں بحیثیت قاضی کام انجام دیتے رہے، حضرت شاہ وجیہ الدین  
 کے والد ماجد نصر اللہ محمود بیگڑہ کے آخر عہد میں بمقام جانشین قاضی کے عہدہ پر مامور تھے اور ان  
 کی خصوصیات یہ تھی کہ مشتبہ امور سے بہت احتراز فرماتے تھے سلطان مظفر حلیم ان سے بہت خوش  
 تھا۔ اس لئے احمد آباد اپنے ساتھ لاکرا اپنے محل کے پاس امامت کے لئے جگہ دی یہ وہی مقام ہے جس  
 کو آج خالقہ (یادگار) شاہ وجیہ الدین کے نام سے لوگ موسوم کرتے ہیں، یہاں ہی آپ کی ولادت  
 ہوئی، آپ علوی نسب سے تعلق رکھتے تھے، چونکہ آپ مسافر تھے اس وجہ سے نسب کو ظاہر نہ کرتے تھے۔

سات سال کی عمر میں شاہ صاحب نے قرآن مجید حفظ کر لیا اور اٹھویں سال تجوید کے ساتھ قرآن پاک علماء کے سامنے سنایا اس کے بعد علوم متداولہ میں مشغول ہوئے اور اپنے چچا سید شمس الدین سے ابتدائی کتابیں پڑھیں پھر اپنے ماموں سید ابوالقاسم سے حدیث کا درس لیا، ۱۲-۱۵ سال کی عمر میں علامہ محمد بن محمد ملکی سے حدیث کا اختتام فرمایا اور سب سے آخر میں محدث ابوالبرکات بنیانی عباسی کو حدیثیں سنائیں، علوم عقلیہ محقق جلال الدین دوانی کے شاگرد مولانا عماد الدین طارمی اور ابوالفضل مظہر الدین محمد گزرونی جسے علامہ عصر سے حاصل کئے۔ ۲۳ سال کی عمر میں شاہ صاحب نے علوم ظاہر کی تکمیل فرمائی۔

آپ اپنے زمانے کے بڑے عابد اور منقہ عالم تھے، شریعت کی نہایت پابندی کرتے تھے، ہمیشہ دینی علوم کے درس و تدریس میں مشغول رہتے تھے، تمام عقلی اور نقلی علوم پر قدرت و عبور حاصل تھا اور مشائخ متاخرین میں بلند مقام تھا، ظاہر علوم میں اتنی استعداد رکھتے تھے کہ بہت سی درسی کتابوں پر حواشی لکھے۔ اور شرحیں لکھیں اگرچہ آپ کی نسبت دوسرے سلاسل سے بھی تھی لیکن تربیت و تکمیل، اجازت و خلافت حلیہ شطاریہ سے حاصل کی اور سید محمد غوث گوالیاری سے فیض یاب ہوئے اور خرقہ خلافت سے سرفراز ہوئے۔ ۱۲

مولانا عالم گل بہاری کے تذکرے کے حوالے سے مولانا محمد غوثی شطاری مانڈوی (۲۰۵) پر لکھتے ہیں۔ آپ کے والد ماجد کا اسم گرامی شیخ نصر اللہ علومی تھا، مولانا اور مرقد دونوں احمد آباد گجرات میں ہیں۔ آپ دونوں جہاں کے قطب، دونوں جہاں کے حقائق کے مرکز، حصول اور حضوری علم کے مالک کتابی اور وہی علم کے خداوند، کتابی منقوش اشیا کے رموز دان اور اسرار لوح محفوظ کے راز دار تھے۔ کہتے ہیں کہ آپ نے علمی صورت سے نکل کر ۹۰۲ء میں عنصری پیکر کے وطن کو اپنی ولادت کے جلوے سے منور فرمایا اور ولادت کے بعد پانچویں سال کے آغاز سے اخیر تینتیس سال تک آپ طرح طرح کے علوم متداولہ اور غریبہ کی تحصیل میں مشغول رہے یہاں تک کہ ساٹھ علم سے زیادہ ہی زیادہ آپ کو حاصل ہو گئے۔ جب مجازی کثرت آباد سے حقیقی وحدت گاہ کو آئیں سفر ہوا تو تاریخ اونیٹسویں صفر تھی اور ہجری سنہ نو سو ستائیس ۹۹۷ء تھا۔ اس باسٹھ سال کی مدت میں آپ کی فیض رسانی کی بدولت بہت سے ذی استعداد لوگوں نے آپ کی شاگردی سے خلقت استادی پایا اور بہت

بے بلند ہمت صوفیوں نے آپ کی دن نشین تلقین سے خرقہ خلافت حاصل کیا۔ ۱۵  
 مولانا فقیر محمد، جلیلی صاحب حدائق الحنفیہ بیان کرتے ہیں۔ شیخ وجیہ الدین علوی گجراتی  
 عالم ماہر فاضل شجر، زاہد، عارف، فقیہ، محدث، جامع کمالات ظاہری و باطنی تھے،  
 ملا محمد عماد الدین محمد طارمی کے شاگرد تھے، تمام عمر تدریس علوم اور تصنیف کتب میں مصروف  
 رہے اور اکثر کتب کے شروع و حواشی تصنیف فرمائے۔

مولانا عبدالطی حسینی تحریر کرتے ہیں "سر سٹھ سال تک احمد آباد میں معقول و منقول کے  
 پڑھانے میں اپنی اوقات بسر کی اور شرح جامی سے لے کر تفسیر بیضاوی تک تیس کتابوں کے  
 حواشی و شروع لکھے، انہیں کی زندگی میں احمد آباد سے لاہور تک ان کے شاگرد پھیل کر علمی  
 خدمتوں میں مصروف ہو گئے تھے۔ استاد الاساتذہ کا منصب جلیس اپنی زندگی میں ان کو حاصل  
 ہو گیا تھا۔ ۱۶

شیخ وجیہ الدین کثیر التصانیف بزرگ تھے۔ کتابوں کے بکثرت شروع و حواشی لکھے ہیں۔ بحوالہ  
 حدائق الحنفیہ آپ کی چند معروف تصانیف بیان کی جاتی ہیں۔ ۱۷۔

۱۔ شرح نختہ الفکر (اصول حدیث ہیں) ۲۔ حاشیہ مطول۔ ۳۔ حاشیہ تفسیر بیضاوی۔  
 ۴۔ حاشیہ عضدی۔ ۵۔ حاشیہ تلویح۔ ۶۔ حاشیہ بزدوی۔ ۷۔ حاشیہ ہدایہ۔ ۸۔ حاشیہ  
 شرح وقایہ۔ ۹۔ حاشیہ مختصر۔ ۱۰۔ حاشیہ شرح تجرید، ۱۱۔ حاشیہ اصفہانی، ۱۲۔ حاشیہ شرح  
 عقائد تفتازانی، ۱۳۔ حاشیہ قدیمہ محقق دوآنی، ۱۴۔ حاشیہ مواقف، ۱۵۔ حاشیہ شرح حکمۃ العین،  
 ۱۶۔ حاشیہ شرح مقاصد، ۱۷۔ حاشیہ شرح چغینہ، ۱۸۔ حاشیہ شرح جامی، ۱۹۔ شرح ارشاد  
 فی الخو و غیر ذلک۔

جہانگیر بادشاہ نے تازک جہانگیر میں لکھا ہے (ترجمہ) شیخ وجیہ الدین شیخ محمد غوث کے لیے بلند  
 مرتبہ خلیفہ تھے جن پر خود مرشد کو ناز تھا۔ عہد اکبری میں خان اعظم اور خان خاناں مرزا عبدالرحیم آپ کا  
 بہت ادب کرتے تھے۔ بلکہ کہا جاتا ہے کہ خان خاناں نے کچھ کتابیں بھی آپ سے پڑھیں اور آپ سے ترقی  
 مراتب عالیہ کے لئے استدعا بھی کی، جناب شاہ صاحب شاعر بھی تھے۔ وہی مجلس کرتے تھے۔ اشعار  
 فارسی میں کہتے تھے۔ آپ کی بیشتر تصانیف عربی زبان میں ہیں اور فارسی میں کم، بوقت ضرورت ملکی علاقائی



زبان بھی استعمال کرتے تھے۔ ہزاروں فتوے آپ کے قلم سے نکلے۔ آپ اپنے زمانہ کے بلند پایہ عالم تھے۔ علمائے  
کی ایک کثیر تعداد آپ کے درس سے فیض یاب ہوئی جس درس کا نام ”درس محمدی“ تھا۔ ۲۴ سال کی عمر کے  
طالب علموں کو پڑھانا شروع کیا اور ۶۴ برس تک اسی مشغل میں مصروف رہے۔ آپ نے ۸۸ سال  
کی عمر میں وفات پائی۔

آپ کا مزار مدرسہ کے وسط صحن میں بنایا گیا۔ جو زیارت گاہ خاص و عام ہے۔ امر اء اکبری میں سے  
ان کے معتقد صادق خاں (مفتی خاں بخاری) نے اپنے عہد صوبہ داری گجرات ۱۰۱۴ھ میں مرقد  
کے اوپر چھتری تیار کی جس پر سیپ کا کام نہایت اعلیٰ درجہ کا ہے۔

حضرت شاہ عنایت سلسلہ شطاریہ قادریہ  
میں حضرت شاہ محمد رضا لاہوری نے کے خلیفہ  
تھے۔ آپ جامع علوم ظاہری و باطنی،

## ۵ حضرت شاہ عنایت قادری کے پیر و مرشد اور سلسلہ طریقت

حادی کمالات صوری و معنوی، واقف رموز شریعت و طریقت، فاضل متجرب اور زبردست  
فقیر تھے۔ آپ کا فتویٰ بھی چلتا تھا۔ آپ کے والد بزرگوار کا اسم گرامی قاضی محمد فاضل لاہوری  
تھا جو اورنگزیب عالمگیر کے عہد میں قضای لاہور تھے اور ”قاضی“ کے لقب سے ملقب تھے۔  
حضرت شاہ محمد رضا کی بیعت و خلافت سلسلہ شطاریہ میں اپنے والد اکرم حضرت قاضی محمد فاضل  
لاہوری سے تھی جن کا سلسلہ بیعت چند واسطوں سے حضرت شاہ محمد غوث گوالیاری اور ان کے  
خلیفہ اعظم حضرت شیخ وجیہ الدین علوی گجراتی پر منتهی ہوتا ہے۔ رائے بہادر کنہیا لال  
تاریخ لاہور میں لکھتا ہے ”شاہ عنایت اللہ شاہ رضا شطاری کامرید تھا جس کامرید سے بلھے شاہ  
قصوروی ایک مشہور ولی ہوا ہے“

صاحب ”حدائق الحنفیہ“ بیان کرتے ہیں۔ آپ (شاہ رضا شطاری) اعظم علمائے دین اور  
کبرائے مشائخ روئے زمین تھے۔ علوم ظاہری میں صاحب فتویٰ اور علوم باطنی میں صاحب ارشاد  
تھے۔ مشائخ متاخرین میں جس قدر فتوحات ظاہری و باطنی آپ کو نصیب ہوئی ہے۔ پنجاب اور  
لاہور میں کسی کو میسر نہیں ہو سکیں جو کچھ آپ کی زبان سے نکلتا تھا ویسا ہی ظہور میں آتا تھا۔ کرناٹ  
خوراق بے اختیار آپ سے ظاہر ہوتے تھے۔ مصنف تذکرہ علمائے ہند، مولوی رحمان علی تحریر کرتے

میں کہ شاہ رضا قادری شطاری لاہور کے ممتاز عالم، کامل اور صاحبِ فتویٰ و ارشاد تھے۔ ظاہر اور باطن میں جو فتوحات حاصل ہوئی تھیں کسی دوسرے کو حاصل نہ تھیں۔ آپ کو پنجاب کے صوفیاء میں خاص عظمت و شہرت حاصل تھی۔ آپ کی وفات ۱۲ جمادی الاول ۱۱۱۸ھ بمقام لاہور ہوئی۔ آپ کا مزار اقدس بازار نچ محمد لطیف میرامنڈی میں ایک نچے چوڑے پر واقع ہے جو زیارت گاہِ خلائق ہے۔ ۲۳ آیت رحمت جہاں“ آپ کی تاریخ وفات ہے۔

یہ امر مخفی نہ رہے کہ حضرت شاہ عنایت قادری سلسلہ قادریہ، شطاریہ، سہروردیہ اور چشتیہ کے جامع تھے۔ خرقہ خلافت سے سرفراز تھے۔ مگر طریقہ قادریہ شطاریہ پسندیدہ کی خصوصیت تھی، قادریہ شطاریہ سلوک کا شدت سے غلبہ تھا، مریدین منسلکین کو سلوک اور علم باطن کی تعلیم کی طرف زیادہ توجہ دی جاتی تھی۔ تعلیم سلوک کے ساتھ علوم ظاہری کی تعلیم کا بھی خیال رکھا جاتا تھا۔ جیسا کہ گذشتہ صفحات میں بیان کیا جا چکا ہے کہ آپ سلسلہ قادریہ و شطاریہ میں حضرت شاہ محمد رضا لاہوری (م ۱۱۱۸ھ ۱۶۰۶ء) کے مرید و خلیفہ تھے اور طریقہ چشتیہ و سہروردیہ میں حضرت ابوالنصر عرف سید الیاسؒ سے خرقہ خلافت حاصل کئے تھے جن کے شیخ حضرت محبتی روحی تھے۔ وہ حضرت قطب العالم مسیح الاولیاء حضرت شیخ عیسیٰ سندھی جناب اللہ ابن شیخ قاسم سندھی قدس اللہ سرہ العزیز کے مرید و خلیفہ تھے۔ حضرت قطب العالم نے ۵ ذوالحجہ ۹۶۲ھ میں پیدا ہوئے اور ۱۴ شوال ۱۰۳۱ھ کو واصل بحق ہوئے اور اپنے حجرہ عبادت میں دفن کئے گئے۔ عبدالرحیم خانخاناں نے آپ کے مزار مبارک پر گنبد تعمیر کرایا۔

صوفی محمد اکبر علی سلیم التواریخ میں رقم طراز ہیں ۶؎ ”حضرت شاہ عنایت قادری بعد تکمیل علوم ظاہری کے علوم باطنی کا شوق ہوا۔ بہت سے بزرگوں سے ملے۔ چلہ کشی بھی کی۔ میراں سید الیاسؒ کی خدمت میں بھی حاضر ہوئے جو سید علی شاہ کے دادا تھے۔ آخر بہت سی تلاش اور جستجو کے بعد لاہور میں آکر حضرت شاہ محمد رضا قادری شطاری کی بیعت کی، شجرہ نسب سے اس بات کا علم ہوتا ہے کہ سید علی شاہ کے دادا کا نام میراں سید الیاسؒ نہیں تھا۔ بلکہ ان کا اسم گرامی سید نور محمد شاہ تھا۔ حضرت سید الیاسؒ ایک علیحدہ شخصیت ہیں۔ آپ حضرت شاہ عنایت قادری کے استاد تھے۔ سلسلہ چشتیہ و سہروردیہ میں جیسا کہ اوپر بیان کیا جا چکا ہے ان سے بیعت تھی“

## ۱) آپ کا شجرہ طریقت سلسلہ شطاریہ میں

آخرینتہ الاصفیاء قانون عشق اور سلیم التواریخ میں  
آپ کا شجرہ طریقت اس طرح درج ہے اور

آپ کے بزرگوں کے اسمائے گرامی بترتیب حسب ذیل ہیں :-  
حضرت شاہ عنایت قادری مرید حضرت شاہ محمد رضا لاہوری . دوی حضرت قاضی محمد فاضل  
لاہوری ، دوی حضرت شیخ الہ داد قادری اکبر آبادی ، دوی حضرت شیخ محمد جلال ، دوی حضرت  
سید نور ، دوی حضرت زین العابدین چشتی ، دوی حضرت شیخ عبدالعفور ، دوی حضرت شیخ  
وجیہ الدین علوی گجراتی ، دوی برہان الدین العارفین حضرت شاہ محمد غوث گوالیاری ، دوی حضرت  
ظہور حاجی حمید الدین حصوڑ ، دوی حضرت شاہ ابوالفتح ہدایت اللہ سرمست ، دوی حضرت  
محمد علاء المعروف بہ شیخ قاضی منیری ، دوی حضرت شیخ عبداللہ شطاری ، دوی حضرت شیخ  
محمد عارف ، دوی حضرت شیخ محمد عاشق بن شیخ خداقلی ، دوی پیر خود حضرت شیخ محمد خداقلی ماوراء  
النہر ، دوی حضرت شیخ ابوالحسن خرقانی ، دوی حضرت شیخ ابوالمظفر مولانا ترک طوسی ، دوی حضرت  
خواجہ اعز عشقی ، دوی حضرت خواجہ محمد مغزی ، دوی سلطان العارفین حضرت خواجہ بایزید بسطامی ،  
دوی حضرت سیدنا امام جعفر صادق علیہ السلام ، دوی حضرت سیدنا امام محمد باقر علیہ السلام ، دوی حضرت  
سیدنا زین العابدین علیہ السلام ، دوی حضرت سیدنا امام حسین علیہ السلام ، دوی حضرت علی ابن  
ابی طالب کرم اللہ وجہہ الکریم ، دوی رسول انقلین بنی اطرین حضرت احمد مجتبیٰ محمد رسول اللہ صلی اللہ  
علیہ وسلم .

## ۲) آپ کا شجرہ طریقت سلسلہ قادریہ میں

صوفی محمد اکبر علی سلیم التواریخ میں تحریر کرتے ہیں :-

قادری شطاری کہنے کی وجہ یہ ہے کہ آپ کے  
پیر طریقت شیخ محمد رضا نے پہلے طریقت شطاریہ میں حضرت شیخ محمد فاضل لاہوری سے بیعت کی تھی  
پھر ان کے بعد طریقت قادریہ میں حضرت شیخ برہان الدین برہانپوری (راز الہی) سے بیعت کی اس  
لئے قادری و شطاری مشہور ہوئے ، سلسلہ قادریہ میں حضرت غوث اعظم میراں خاں الدین سید عبدالقادر جیلانی  
قدس سرہ کے واسطے سے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچتا ہے اور سلسلہ شطاریہ حضرت  
عبداللہ شطاری کے واسطے سے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچتا ہے معلوم ہوتا ہے کہ شاہ عنایت

کو اور بھی کئی طریقوں سے نسبت تھی (حضرت مشائخ میں اکثر ایسا ہوا ہے) مگر قادر یہ طریق کی نسبت ان پر غالب تھی، حضرت شاہ عنایت نے اپنی کتاب "دستور العمل" میں شجرہ صرف مشائخ قادر یہ کا درج کیا ہے اور اس کو اس طرح شروع کیا ہے۔ ۳۳

"اگرچہ دعا گو را خلافت ہشت سلسلہ معظمہ بودہ اما درین دیار ما اکثر مردم بیعت بدین سلسلہ داشتند و داخل مے شدند لهذا مردم نمودہ شد شجر خلافت پیران قادر یہ" "الفقیہ المقتیر المشائخ الی لقاء الباری ابوالمعارف المعروف شیخ محمد عنایت اللہ قادری من خدمت مرندی و مرشد الامام عارف باللہ القادر حضرت محمد علی رضا سرہندی لاہوری و صومن محبوب السمان ایخ البرہان و صومن شیخ عیسیٰ سندھی و صومن شیخ شاہ شکر محمد عرف و صومن شیخ محمد غوث و صومن شیخ ظہور حاجی حمید حضور و صومن شیخ ابوالفتح ہدایت اللہ سرمست و صومن محمد علاء عرف قاض و صومن شیخ عبد الوہاب و صومن شیخ عبدالرؤف و صومن شیخ محمود و صومن شیخ عبدالغفار صدیقی و صومن شیخ محمد حسینی و صومن شیخ علی حسینی و صومن جعفر حسینی و صومن شیخ عبدالرزاق و صومن شیخ المشائخ حضرت غوث اعظم شیخ عبدالقادر بن ابی صالح جیلانی و صومن قطب الزمان شیخ ابوسعید مبارک خزرجی و صومن شیخ ابی طس قریشی ہنکاری و صومن شیخ یوسف طرطوسی و صومن شیخ عبدالواحد نمینی و صومن شیخ ابی بکر شبلی و صومن شیخ بنی بغدادی و صومن شیخ نسری سقلمی و صومن شیخ معروف کرخی و صومن امام علی موسی رضا و صومن امام موسی کاظم و صومن امام جعفر صادق و صومن امام محمد باقر و صومن امام زین العابدین و صومن امام حسین علیہ السلام و صومن حضرت علی کرم اللہ وجہہ و صومن حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ ۳۵

۸ مورخین اور تذکرہ نگاروں کا اشتباہ اور غیر محقق بیان مذکورہ بالا شجرہ طریقت سے یہ بات عیاں ہوتی ہے کہ حضرت شاہ عنایت سلسلہ قادر یہ میں شیخ محمد علی رضا سرہندی لاہوری کے مرید و خلیفہ تھے۔ وہ حضرت شیخ

البرہان حضرت برہان الدین رازا ہی کے خلیفہ تھے وہ حضرت قطب العالم شیخ عیسیٰ سندھی کے، وہ شاہ شکر حضرت محمد عارف کے وہ حضرت برہان العارفین حضرت شیخ محمد غوث گوالباری کے۔ . . . .

تحقیق سے یہ علم ہوتا ہے کہ حضرت شیخ شاہ علی رضا سرہندی لاہوری (م ۱۱۴۱ھ / ۱۷۲۸ء) مولوی فرخ شاہ کے بڑے بیٹے تھے جو حضرت خواجہ محمد سعید خاں الرحمۃ بن حضرت مجدد الف ثانی کے صاحبزادے تھے۔ مولوی فرخ شاہ اپنے والد بزرگوار کی طرح کمال قلمشروع و تقویٰ سے آراستہ اور متابعت سنت و عمل سے پیراستہ تھے۔ حدیث نبوی میں مسند حمید اور تہذیب اعلیٰ رکھتے تھے۔ فقہیت میں بھی کامل تھے۔ چاروں سلاسل میں اپنے اجداد سے نسبت تھی اور ان ہی کے مرید و خلیفہ تھے۔ ان کے فرزند شیخ شاہ علی رضا سرہندی حضرت شیخ محمد معصوم عروۃ الوثقیٰ اور بن حضرت مجدد الف ثانی کے مرید اور ان سے خرقہ خلافت حاصل کئے ہوئے تھے۔ مگر شیخ شاہ علی رضا سرہندی کا سلسلہ برقاویہ میں شیخ البرہان (برہان الدین رازا الہی، برہان پوری) کا مرید اور خلافت پانا کہیں بھی ثابت نہیں ہوتا۔ روضۃ الیقومیہ ص ۳۱ میں تحریر ہے کہ آپ اپنے اجداد سے خلافت پائے ہوئے تھے اور وہ اپنے بھائیوں و عزیزوں سے ناراض ہو کر سرہند سے نکل کر گجرات (بھارت) میں آئے اور اسی مقام پر وفات پائی اب ان کی اولاد گجرات (بھارت) میں موجود ہے۔

متذکرہ بالا تفصیل سے یہ بات عیاں ہوئی ہے کہ حضرت شاہ محمد رضا لاہوری اور شیخ شاہ علی رضا سرہندی لاہوری دو مختلف شخصتیں ہیں۔ حضرت شاہ محمد رضا لاہوری اپنے والد المکرّم حضرت قاضی محمد فاضل لاہوری کے مرید و خلیفہ تھے اور شیخ شاہ علی رضا سرہندی لاہوری اپنے اجداد حضرت شیخ محمد معصوم عروۃ الوثقیٰ کے مرید و خلیفہ تھے۔ وہ حضرت مجدد الف ثانی سرہندی کے فرزند ارحم تھے۔ دونوں بزرگ ہم نام ہیں اور مورخین اور تذکرہ نگاروں کو اس میں مشابہت کے باعث اشتباہ ہوا ہے اور دھوکہ کھایا ہے جبکہ دونوں بزرگوں کا سلسلہ طریقت مستند و معروف تذکروں میں علیحدہ علیحدہ کھا ہوا ہے۔ تعجب یہ ہے کہ صوفی محمد اکبر علی صاحب شجرہ سلسلہ قادریہ نقل کرتے وقت حضرت شاہ عنایت قادری کو حضرت محمد علی رضا سرہندی لاہوری کا مرید نقل کیا ہے، حالانکہ آغاز میں آپ خود تحریر کرتے ہیں کہ آپ (حضرت شاہ عنایت) کے پیر طریقت شیخ محمد رضا نے پہلے طریقہ شطاریہ میں حضرت شیخ محمد فاضل لاہوری سے بیعت کی تھی۔ پھر ان کے بعد طریقہ قادریہ میں حضرت شیخ برہان الدین برہان پوری سے بیعت کی اس لئے قادری و شطاری مشہور ہوئے، حاصل بحث یہ

ہے کہ حضرت شاہ عنایتؒ سلسلہ شکارپہ اور قادریہ میں حضرت محمد رضا لاہوریؒ کے مرید و خلیفہ تھے۔  
اور یہ غلطی ہم نام ہونے کی مشابہت سے پیدا ہوئی ہے۔

حضرت شاہ عنایت قادری مرید المعارف  
ابلزبانی حضرت ابوالنصر عرف سید الیاسؒ

آپ کا شجرہ طریقت سلسلہ سہروردیہ میں

کے ہیں دوی حضرت شیخ الاعظم شیخ مجتبیٰ روحیؒ دوی قطب العالم مسیح الاولیاء حضرت شیخ علیؒ  
سندھیؒ دوی حضرت شاہ شکر محمد عارفؒ دوی حضرت شیخ محمد غوث گوالیاریؒ دوی شیخ ظہور حاجی  
حمید الدین حضورؒ دوی حضرت شیخ ابوالفتح ہدایت اللہ سرمستؒ دوی حضرت شیخ قاضیؒ دوی حضرت  
شیخ رکن الدین بوہڑیؒ دوی حضرت شیخ تاج الدین بخاریؒ دوی حضرت مخدوم جہانیاں میر سید  
جلال الدین بخاریؒ دوی حضرت شیخ رکن الدین ابوالفتحؒ دوی حضرت شیخ صدر الدین ابوالفضلؒ  
دوی حضرت شیخ ابوالبرکات بہاؤ الدین زکریاؒ دوی حضرت شیخ الشیوخؒ شیخ شہاب الدین سہروردیؒ  
دوی حضرت شیخ ضیاء الدین ابوالنجیب عمرؒ دوی حضرت ڈیہہ الدین ابوالفضلؒ دوی حضرت شیخ محمد المعروف  
المویر دوی حضرت شیخ احمد اسود دینوریؒ دوی حضرت ممتاز علوی دینوریؒ دوی حضرت خواجہ جنید بغدادیؒ  
دوی حضرت خواجہ سری سقطیؒ دوی حضرت خواجہ معروف کرنیؒ دوی حضرت خواجہ داؤد طائیؒ دوی  
حضرت خواجہ جلیب عجمیؒ دوی حضرت خواجہ حسن بصریؒ دوی امیر المؤمنین حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم  
دوی رسالت پناہ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ۳۸

حضرت شاہ عنایت قادری مرید المعارف الزبانی  
حضرت ابوالنصر عرف سید الیاسؒ دوی حضرت

آپ کا شجرہ طریقت سلسلہ چشتیہ میں

شیخ الاعظم شیخ مجتبیٰ روحیؒ دوی قطب العالم مسیح الاولیاء حضرت شیخ عیسیٰ سندھیؒ دوی  
حضرت شاہ شکر محمد عارفؒ دوی حضرت شیخ محمد غوث گوالیاریؒ دوی حضرت شیخ ظہور حاجی حمید الدین  
حضورؒ دوی حضرت شیخ ابوالفتح ہدایت اللہ سرمستؒ دوی حضرت شیخ قاضیؒ دوی حضرت شیخ محمد ابن  
غیاثؒ دوی حضرت شیخ معین الاسلامؒ دوی حضرت شیخ حسام الدینؒ مالکپوریؒ دوی حضرت شیخ نور  
قطب العالمؒ دوی حضرت شیخ علاء الحق لاہوریؒ دوی حضرت شیخ انجی سراج الدینؒ دوی حضرت سلطان المشائخ

خواجہ نظام الدین اولیاء دوی حضرت شیخ فرید الدین گنج شکر دوی حضرت خواجہ قطب الدین بختیار اوشی  
دوی حضرت خواجہ معین الدین حسن چشتی سجری دوی حضرت خواجہ عثمان ہارونی دوی حضرت خواجہ  
حاجی شریف زندانی دوی حضرت خواجہ مودود چشتی دوی حضرت خواجہ یوسف چشتی دوی حضرت خواجہ محمد  
دوی حضرت خواجہ احمد قطب الدین چشتی دوی حضرت خواجہ ابوالسحاق چشتی دوی حضرت خواجہ عطاء دینوری دوی  
حضرت خواجہ بمیرۃ البصری دوی حضرت خواجہ حذیفہ مرعشی دوی حضرت خواجہ سلطان ابراہیم اہم  
دوی حضرت خواجہ فیصل عیاضی دوی حضرت خواجہ عبدالواحد ابن زید دوی حضرت خواجہ حسن بصری  
دوی حضرت امام علی ابن ابی طالب کرم اللہ وجہہ الکریم دوی حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم  
مذکورہ شجرہ طریقت سلسلہ سہروردیہ اور چشتیہ کے مطالعہ سے یہ علم ہوتا ہے کہ حضرت شاہ  
عنایت قادری اپنے مرشد حضرت ابوالنصر عرف سید الیاس کے واسطے کے بعد حضرت شیخ الاعظم  
شیخ مجتبیٰ رومی سے واصل ہوتے ہیں اور مزید دو واسطوں کے بعد آپ کا شجرہ طریقت حضرت  
شاہ محمد غوث گوالیاری تک پہنچ جاتا ہے مگر خلاف اس کے آپ کا شجرہ طریقت سلسلہ شطاریہ میں آٹھ  
واسطوں سے حضرت شاہ محمد غوث گوالیاری سے جاملتا ہے اس سلسلہ میں راقم اپنی بے مائیگی کا  
اقرار کئے بغیر نہیں رہ سکتا کہ مذکورہ واسطے جو شجرہ طریقت سہروردیہ اور چشتیہ میں بیان کئے گئے  
مکمل ہیں یا کم و بیش ہیں۔ بہر حال صوفیاء کا مشہور عقولہ ہے کہ وہیں راہ پر چند وسائط بیشتر  
قرب الہی بیشتر (ترجمہ) اس راہ میں جس قدر واسطے زیادہ ہوں۔ قرب الہی اتنا ہی بڑھ  
جاتا ہے۔ تاہم سند میں قلت رجال نسبت کی اہلیت کے محفوظ رہنے پر دلالت کرتی ہے بغیر  
اس سے یہ پہلو بھی ظاہر ہوتا ہے کہ قلت رجال کی وجہ سے عمروں کی زیادتی تھی یعنی شیوخ سلسلہ  
گبیر اسن تھے کہ انہوں نے اس نسبت (اخلاص) جو اکابر سے ملی تھی کو انواع عبادات ریاضات  
اور مراقبات سے خوب پختہ کیا۔

حضرت ابوالنصر عرف سید الیاس سے کثیرا کا بر زمان نے فیض اٹھایا اور آپ المعروف  
الزمانی کے لقب سے معروف ہوئے۔

حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی المتوفی ۱۰۳۲ھ کے ایک مکتوب میں

تخریب سے کہ طویل نسبت منتهی قلندروں اور اہل جذبہ کی ہوتی ہے اور جامع اور عریض نسبت ارباب

سلوک اور صحو کی ہوتی ہے۔ حضرت ابوالنصر عرف سید الیاس کی نسبت طویل اور جامع ہے تو واضح ہوا کہ منتهی اہل جذبہ

ہیں مگر سالک کامل بھی ہیں حضرت شاہ عنایت قادری کے مقام و مرتبہ کی بلندی اور ان کی نسبت

عزیز کی پرمائیگی ان ہی کے توسل سے ہے جس کا ذکر آپ نے خود "غایت الخواشی" کے ویسا پر میں کیا ہے

کہ رسمی علوم کی تحصیل کے بعد تیس سال تک مسلسل و مجرداً سہ ماہی اختیار کی، آخر حضرت سید

ابوالنصر عرف سید الیاس نے ہربانی و زمانی اور ان کی توجہات کی بدولت نور خداوندی کا ظہور ہوا۔

نقطہ پنجاب خاص کر لاہور، قصور اور اس کے گرد و نواح کے مقامات کی خانقاہوں کے

چراغ ان ہی بزرگوں کے توسل سے روشن ہوئے۔ یہ بزرگ شمع ہدایت چراغ وورمان ولایت،

مظہر الطاف زبانی اور مصدر فضیویات سبحانی تھے۔ اپنے حلقہ اثر میں اشاعت اسلام اور تزکیہ

نفس کا کام انجام دیا۔ آپ کے روحانی اثر و رسوخ کا دائرہ بہت وسیع تھا۔ اور آپ معرفت و

حقیقت کے پربیکراں تھے۔

حضرت شیخ بہاؤ الدین شطاری (۸۲۱-۹۲۱) رسالہ شطاریہ میں بیان کرتے ہیں اے کہ اللہ

سکوک عشقیہ (شطاریہ) کے پاس

ایک پینچے کے تین طریقے مشہور ہیں :-

طریقہ اول :- یہ طریقہ نیک لوگوں کا ہے اور وہ روزہ، نماز، حج اور جہاد وغیرہ ہے۔

اس طریق پر عمل کرنے والے بہت مدت کے بعد اپنے مقصود کا تصور اس حصہ پاتے ہیں۔

طریقہ ثانی :- مجاہدہ اور ریاضت کرنے والوں کا ہے جو اپنے اخلاق رذیلہ و ذمہ کو

اچھے اخلاق اور تزکیہ قلب سے تبدیل کر لیتے ہیں اور یہ طریق پاکباز لوگوں کا ہے۔ اس طریق سے

پہنچنے والے اس طریقہ سے زیادہ ہیں۔

طریقہ ثالث :- اس طریقہ کو شطاریہ کہتے ہیں۔ اس طریقہ پر چلنے والے اپنے مقصود تک

ابتداء ہی میں وہاں تک پہنچ جاتے ہیں جہاں تک دوسرے طریقوں پر چلنے والے آخر میں



پہنچتے ہیں اور یہ طریقہ دونوں طریقوں کی بہ نسبت اللہ تک پہنچانے کا بہترین ذریعہ ہے  
 طریقہ شطاریہ کے دس معروف اصول حسب ذیل ہیں :-

(۱) توبہ :- یعنی تمام ماسومی اللہ سے علیحدہ اور جدا ہو جانا۔

(۲) زہد :- یعنی دنیا کی تمام خواہشات سے خواہ کم ہوں یا زیادہ کنارہ کش ہو جانا۔

(۳) توکل :- یعنی اسباب کو ترک کر دینا۔

(۴) قناعت :- یعنی تمام خواہشاتِ نفسانیہ کو چھوڑ دینا۔

(۵) عزلت :- یعنی از ابتدا تمام لوگوں سے جدا رہنا۔

(۶) توجہ الی اللہ :- یعنی ماسومی اللہ سے تمام خواہشات کو ختم کر کے صرف خدا ہی کی ذات  
 کو اپنا مطلوب و مقصود بنالیا۔

(۷) صبر :- یعنی مجاہدہ کے ذریعہ نفس کی تمام مسرتوں اور خواہشوں کو کھل دینا۔

(۸) رضائے الہی :- یعنی اپنے تمام ازاؤں کو ختم کر کے تازلیتِ خدا کے احکام کی پیروی  
 کرتے رہنا اور اپنی جملہ تدبیروں کو خدا کی تقدیر کے سپرد کر دینا۔

(۹) ذکر :- یعنی اللہ کی یاد کے علاوہ سب کچھ پس پشت ڈال دینا۔

(۱۰) مراقبہ :- یعنی اپنے وجود اور اپنی قوت کو ختم کر دینا گویا کہ اپنے کو مردہ تصور کرنا۔



حضرت شاہ عنایت قادریؒ کے

## اخلاق و عادات اور کشف و کرامات

۱) آپ کے اخلاق و عادات

حضرت شاہ عنایت قادریؒ علوم ظاہری و باطنی  
 کمالات صوری و معنوی، زہد و ورع، تقویٰ و

پرہیزگاری میں یگانہ وقت تھے۔ آپ عارفِ کامل اور جامعِ علومِ شریعت و طریقت تھے اپنے  
 زمانہ کے علماء و صالحی اہل مقبول تھے۔ ظاہری باتوں اور نمائش سے نفرت کیا کرتے تھے۔ بڑے

یوم النفس اور منکر المزاج تھے۔ آپ کی تصانیف سے علم ہوتا ہے کہ آپ اپنے آپ کو "الفقیر" بقیر، "المشاق الی لقاء الباری" سے تعبیر کیا کرتے تھے۔ خلیق، جہان نواز، صاحب دل اور صاحب حقیقت تھے۔ ہر بانی اور شہقت سے پیش آئے۔ زندگی کے ہر پہلو میں اپنے مشائخ کی پیروی کرتے تھے۔

آپ مگر عالم، فقیہ، فاضل اور کامل صوفی تھے۔ حاجی محمد شریف نقشبندی قصوری جو حضرت شیخ سعدی لاہوری المتوفی ۱۱۳۱ھ کے مرید تھے، آپ کے ہم عصر تھے جو اپنی ایک تحریر میں "فتاویٰ عنایت" کا ذکر کرتے ہیں۔

مذکورہ بالا بیان سے یہ بات اخذ ہوتی ہے کہ علماء اور صلحاء وقت آپ کی تحریر و تقریر کو قبول کرتے تھے۔ احکام و روایت و عدالت میں بھی آپ کے فتویٰ حاصل کرتے ہوں گے۔

آپ کثیر التصانیف عالم تھے۔ لاہور اور قصور میں امامت و خطابت کے فرائض انجام دیتے رہے۔ جس سے ایک خلق کثیر نے آپ کے علمی و روحانی فیوض و برکات سے استفادہ کیا۔ مذکورہ نگاروں نے بھی اس بات کی اعتراف کیا ہے کہ آپ عوام کی راہنمائی اور ہدایت میں بھی یکتائے زمانہ تھے۔

آپ کے خوارق و کرامات حد و حساب سے باہر ہیں۔

﴿آپ کے خوارق و کرامات﴾ بوجہ خوف طوالت صرف آپ کی چند کراماتیں بیان کی جاتی ہیں۔ روایت بیان کرتے ہیں کہ لاہور میں حضرت شاہ عنایت قادری کا ایک باغ تھا۔ ایک دفعہ اللہ عننی "کانعزہ لگاتے ہوئے حضرت بلھے شاہ آپ کے باغ میں داخل ہوئے۔ ہر نعرے پر ایک پکا ہوارس وارآم ان کی جھولی میں اگرتا۔ جب آپ آم کھانے بیٹھے تو حضرت شاہ عنایت قادری نے دیکھ لیا۔ حضرت بلھے شاہ نے جواب دیا کہ میں نے یہ آم چرائے تو نہیں بلکہ آپ سے آپ میری جھولی میں آن گئے ہیں اور یہ کہہ کر ایک بار پھر اللہ عننی "کانعزہ بلند کیا، اس نعرہ کے جواب میں ایک اور آم آپ کی جھولی میں اگرا۔ حضرت شاہ عنایت قادری دیکھ کر مسکرائے اور فرمایا اس طرح نعرہ نہیں لگاتے اور خود حالت جذب میں اللہ عننی "کا ایسا نعرہ بلند کیا کہ حضرت بلھے شاہ نے سارے کے سارے آم نیچے گرے ہوئے پائے۔ پھر دوسرا نعرہ بلند کیا تو سارے آم اپنی اپنی

جگہ پر نظر آئے۔ حضرت شاہ عنایت قادریؒ نے سمجھایا۔ خدا کی مرضی یہی ہے کہ ادھر سے اکھاڑا اور ادھر لگا دیا، حضرت بلکھے شاہ حضرت شاہ عنایت قادریؒ کی اس عظمت سے بہت مت ہونے۔ اس مشاہدے نے آپ کے ذہن میں ایک انقلاب پیدا کر دیا اور بے خودی کے عالم میں سرگرداں پھرتے رہتے تھے۔

مذکورہ کرامت سے یہ بات اخذ ہوتی ہے کہ انسان جب ہمہ تن اللہ کے تابع ہو جاتا ہے تو اللہ کی مخلوق اس کے تابع ہو جاتی ہے لیکن یہ کیفیت سچائی، ایمان اور یقین کی پختگی سے حاصل ہوتی ہے۔

صوفیائے عظام جس طرح زندگی میں لوگوں کو اپنے حسن اخلاق اور فیضانِ نظر کے ذریعے دین حق کے قریب لاتے رہے، قرآنِ کریم اور سنتِ نبویؐ کی تبلیغ و تعمیل کی روشنی سے عالم بقعہ نور بناتے رہے اور اپنے علمی اور روحانی فیوض و برکات سے مستفید کرتے رہے اس طرح ان کی رحلت کے بعد ان کا فیض جاری و ساری رہتا ہے۔ ان کے مرقدوں پر سائل ٹوٹے ہوئے دل لے کر آتے ہیں اور مرادوں سے بھری ہوئی سمجھولیوں کے ساتھ واپس جاتے ہیں۔

اگر گیتی سراسر بادِ گیرد چراغِ مقبلاں ہر گز نیرد

سلطان العارفین حضرت بابا ہو سلطان فرماتے ہیں۔

نام فقیر تنہا و ابا ہو قبر جنہاں دی جویے ہو

بیان کرتے ہیں حضرت شاہ عنایت قادریؒ کی اولاد جو اندرون بھارتی دروازہ سعہ میں رہائش پذیر ہے۔ ان کے پاس حضرت شاہ عنایت

قادریؒ کی ذاتی گودڑی بطور تبرک ہے جو آپ اپنی زندگی میں اپنے اوپر عبادات، ریاضات اور مراقبہ میں اوڑھا کرتے تھے۔ یہ گودڑی چادر کے ناپ کی ہے۔ چند تھوں پر مشتمل ہے اور اس کا رنگ ہلکا سرخ ہے۔ عقیدت مند بیان کرتے ہیں کہ یہ گودڑی آپ کی خود سلانی کردہ ہے اور اس گودڑی کو اوڑھا کر آپ نے فریضہ حج بھی ادا کیا تھا، یہ گودڑی اہل خاندان اکثر اپنے رشتہ داروں کی پرہیزگاری کے اوپر ڈالتے تھے۔ آپ کی اولاد اور عقیدت مند مزید بیان کرتے ہیں کہ آپ کے اور بھی تبرکات تھے جن میں آپ کی ایک تسبیح، جامے نماز، عصا اور نایاب کتابیں بھی تھیں جو سکھ گروں میں بچ سکیں۔

## وصال اور مزار اقدس

(وفات) مولوی سراجدین قادری شطاری (اولاد حضرت شاہ عنایت قادری کے طریق  
الاصفیاء اور وظائف کلاں کے حوالہ سے آپ کی تاریخ وفات ۲ جمادی  
ثانی ۱۱۴۷ ہجری بیان کی ہے اور یہی سن وفات لوح مزار پر کندہ ہے۔ آپ کی وفات  
بعد آپ کے صاحبزادہ شیخ محمد زاہد اللہ قادری (م ۲۹ صفر ۱۱۶۵ھ) نے آپ کی تجہیز و  
تفہین کی خدمات انجام دیں اور اسی جگر پون کئے گئے جہاں آپ کا مقبرہ ہے اور اسی مقام پر  
آپ اپنی زرعی زمین کاشت کیا کرتے تھے۔ اس بارے طریق الاصفیاء کی عبارت ملاحظہ ہو۔  
شیخ المشائخ غوث زماں قطب دوراں مشتاق الی لقاء الباری ابوالمعارف حضرت شیخ  
قطب محمد عنایت اللہ قادری شطاری عرف شاہ عنایت قادری قصوری ثم لاہوری پلشواٹے  
حضرت بلہا شاہ قصوری ۲ جمادی الثانی ۱۱۴۷ھ واصل بحق گشت ۱۱۴۷ھ

مفتی غلام سرور لاہوری نے حضرت شاہ عنایت قادری شطاری کا سال وفات خزینۃ الاصفیاء  
۱۱۴۷ھ درج کیا ہے۔ مولوی رحمن علی نے تذکرہ علمائے ہند، مولوی فقیر محمد جلیسی نے حدائق الحنفیہ  
در مولانا عبدالحی حسنی نے نزہتہ الخواطر میں یہی سال وفات نقل کیا ہے۔ ان کے علاوہ مولانا  
ولوی محمد دین مؤلف باغ اولیائے ہند، مولوی محمد شفیع ڈاکٹر نے اولیائے قصور اور مولوی محمد کبریٰ  
نے سلیم التواریخ میں یہی سال وصال درج کیا ہے۔

مولوی سراجدین آپ کا سال وفات خاندانی شجرہ انساب اور وظائف کلاں کے حوالے سے ۲  
جمادی الثانی ۱۱۴۷ھ بیان کرتے ہیں۔ مگر مفتی غلام سرور لاہوری نے مذکورہ سال وفات کے بارے میں  
کسی ماخذ کا ذکر نہیں کیا۔ بعض قرائن سے اس بات کا علم ہوتا ہے کہ آپ کا سال وفات ۱۱۴۷ھ بالحدیث  
اردو دائرہ معارف اسلامیہ (یونیورسٹی پنجاب) لاہور میں آپ کا سال وفات اس طرح بیان کیا گیا  
ہے۔ مذکورہ سال وفات اس لئے غلط ہے، کہ شاہ عنایت کے معاصر عالم حاجی محمد شریف قصوری  
جن سے ان کے روابط کا ذکر کیا جا چکا ہے اپنے ایک مکتوب (مخبرہ ۱۱۴۸ھ/۱۳۵۵ء) میں انہیں سلمہ

اللہ تعالیٰ، لکھا ہے جس سے یہ ظاہر ہے کہ شاہ عنایتؒ ۱۱۴۸ھ/۱۷۳۵ء تک بقید حیات تھے اور تقریباً ۱۱۵۰ھ/۱۷۳۷ء کے بعد فوت ہوئے۔

مذکورہ بیان سے یہ بات عیاں ہے کہ حضرت شاہ عنایت قادریؒ کی تاریخ ولادت کی طرز تاریخ وقات بھی ٹھیک سے معلوم نہیں اس ضمن میں تذکرہ نویسوں اور مورخین کے بیانات اس قدر مختلف اور متضاد ہیں کہ کسی صحیح نتیجہ پر پہنچنا مشکل ہو جاتا ہے۔ کچھ اور ماخذ و مصادر دستیاب ہو جائیں تو یہ الجھن بھی رفع ہو سکتی ہے اور مذکورہ تاریخیں بھی درست ہو سکتی ہیں۔

مولوی نور محمد کی تصنیف تحقیقاتِ حشری (ص ۱۹۶) جو سن ۱۸۶۷ء میں طبع ہوئی، میں حضرت شاہ عنایت قادریؒ کا ذکر پیر ہادی راہنما کے حالات کے

میں لکھا ہے کہ جنوب روہ مقبرہ پیر ہادی راہنما کے ایک مسجد ہے جس میں اب کوٹھی بن گئی ہے اور اس میں سر جن کینٹی باغ کا رہتا تھا، اس نے اس کے دروازے بند کر کے چوکھاٹ دروازہ لگائے ہیں۔ مسجد تمام اس علاقہ میں خوبیاں والی کر کے مشہور ہے اور مسجد اب تک واگزار ہے۔

یہ مسجد تعمیر کی ہوئی کلاں تھاں کی ہے اور یہ کلاں خاں امیر دربار اکبر بادشاہ کا تھا اور وہ حضرت پیر برہان (مزار پیردن نزدیکی دروازہ) کی جناب میں ارادت رکھتا تھا، اس نے یہ مسجد بنوادی۔ اس مسجد

جنوب و مشرق جانب ایک چبوتہ خشکی جس کے بنیرے سفید ہیں موجود ہے۔ اس میں چند قبری ہیں چنانچہ ایک حضرت شاہ عنایت اللہ قادریؒ کی ہے جو مرشد حضرت بگھے شاہ صاحب کے ہیں۔

یہ مزار پیرانوار دس کوٹنر روڈ (شاہراہ فاطمہ جناح) پر واقع ہے اسی سڑک کے ایک کنارے پر آپ کے مزار کے نام کی تختی آویزاں ہے اور ایک خام گلی مقبرہ کی جانب نکلتی ہے۔ اس تختی پر

عبارت تحریر ہے۔ دربار عالیہ سرتاج اولیاء و فخر شریعت الخان حافظ حضرت محمد عنایت اللہ المعروف بابا شاہ عنایت قادریؒ آپ کے مزار کی سقف گنبدی ہے جس پر رنگارنگ کے شیشے جڑے ہوئے ہیں

پیل بوٹوں اور نقش و نگار سے مزین ہے چھت پر اسمائے الہی اور اسمائے نبوی تحریر ہیں۔ گنبد کے نیچے وسط میں ایک جگلا ہے جس کے اندر تین قبری ہیں۔ درمیان بڑی آپ کی اور اس کے دائیں بائیں

حضرت محمد زمانؒ اور حضرت محمد ابدال اللہؒ آپ کے صاحبزادگان کی قبور ہیں۔ برہائیں تختی سنگ مرمر کی نصب ہے جس پر یہ عبارت کندہ ہے:-

یا محمد

یا اللہ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ

وَبِئْسَ الْاٰغْفِرُ وَاَدْحَمَ وَاَنْتَ خَيْرُ الرَّحِیْمِیْنَ

مزار پرانوار

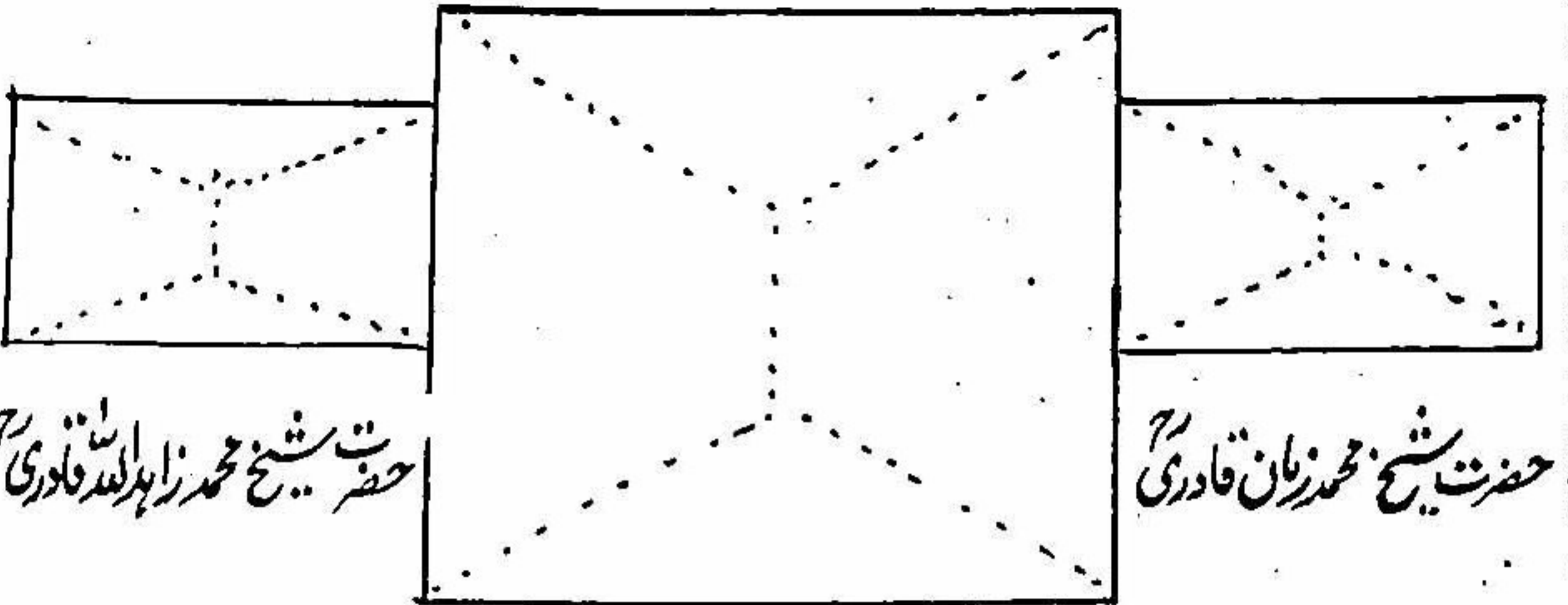
مشفق نقاء باری

ابوالمعارف حضرت شیخ حافظ محمد عنایت اللہ قادری شطاری قصوری ثم لاہوری

عرف

حضرت شاہ عنایت قادری رحمۃ اللہ علیہ

الفراق، ۲ جمادی الثانی، ۱۱۲۶ھ



حضرت شیخ محمد زاہد اللہ قادری

حضرت شیخ محمد زبان قادری

حضرت شاہ عنایت قادری

مقبرہ کے چاروں طرف خوبصورت اور دیدہ زیب جالیاں لگی ہوئی ہیں۔ پاس ہی ایک خوبصورت مسجد تعمیر ہے جو "عثمانیت مسجد" کے نام سے پکاری جاتی ہے اور اس جانب جنوب مشرق ایک نہایت عظیم الشان بلند و بالا مینار تعمیر ہے جس کی ۷۶ میٹر چھیاں کرتے ہیں اور جانب شمال مشرق ایک چھوٹا سا مینار ہے۔ اس مسجد کی پیشانی کتبات سے ہے۔ مسجد کے تین دروازے ہیں، باب صدیق اکبر، باب حضرت حافظ محمد عنایت اور باب حضرت فاروق اعظمؓ۔ وسط میں سنگ مرمر کی دو اور سلیس ہیں جن پر باب عثمان اور باب علی المرتضیٰؓ کندہ ہے۔

مسجد کی پیشانی پر سنگ مرمر کی ریل کا ایک اور بڑا کتابہ نظر آتا ہے جس پر کلمہ طیبہ علیؑ میں خط اسلامی میں کندہ ہے اس کتابہ کی لکھائی خوبصورت جاذب نظر اور دیدہ زیب ہے۔ مسجد کا صحن کشادہ ہے۔ جس کے شمال مغربی کونے میں تین قبریں ہیں۔ پرہیزگار محمد حسین مولوی محمد جہانگیرؒ اور میاں الیاس جن کا تعلق جانشینانِ درگاہ حضرت شاہ عنایتؒ سے موجودہ تعمیر مقبرہ اور مسجد سے قبل مزار پر ایک چھوٹا سا کمرہ تھا، اس کے پاس ہی ایک چھوٹی سی مسجد موجود تھی جو ذکر و فکر کرنے والوں اور غائبوں کے لئے کافی نہ تھی، ایک کونہ میں شکستہ غسل خانہ (ستفادہ) بھی تھا، چاہ کی بجائے میونسپلٹی کے نل سے پانی لیا جاتا تھا، طالب علم اور مسافروں کے لئے کوئی حجرہ اور مسافر خانہ نہ تھا۔ زائرین ہمیشہ جگہ کی تنگی کا گلہ و شکایت کرتے رہتے تھے۔

صدر و اراکین بزم تاجران ثمر افریش فروٹ مرچنٹس اینڈ لیکیشن ایجنٹس ٹریڈ گروپ لاہور اور اڑھتیاں سبزی منڈی لاہور، محترم حضرات، عقیدت مند اور اولاد حضرت شاہ عنایت قادریؒ کے تعاون سے مسجد اور مقبرہ کی از سر نو تعمیر ہوئی جو موجودہ حالت میں نظر آ رہی ہے۔ اب اس مسجد میں کم از کم تین سونمازی بیک وقت نماز ادا کر سکتے ہیں۔ مسجد کے ساتھ ایک دارالعلوم بھی ہے جس میں دینی علوم کی تعلیم کا بندوبست کیا ہوا ہے۔ اس بات کا علم ہوا ہے کہ اراکین بزم ہا مذکورہ نے یہ ذمہ داری قبول کر رکھی ہے کہ اس دارالعلوم کو اور وسعت دی جائے گی اور زیر تعلیم طلبہ کی رہائش اور خوراک کا خاطر خواہ انتظامات کئے جائیں گے۔ اس کے علاوہ ایک مدرسہ

نقیح حفظ القرآن قائم کیا گیا ہے جس کے نگران درویش سیرت حافظ محمد لطیف قادری ہیں۔ آپ محلہ

وراس کے گرد و نواح کے بچوں کو قرآن پاک پڑھاتے ہیں اور حفظ بھی کرواتے ہیں۔

جیسا کہ بیان کیا جا چکا ہے کہ مزار مبارک کی جگہ بہت تنگ تھی اور مسجد چھوٹی سی، جس میں

چند آدمی نماز ادا کر سکتے تھے۔ ہائی کورٹ کے جج جناب غلام مجدد مرزا صاحب جن کی کوٹھی ساتھ

ملحق ہے۔ اپنی کوٹھی سے کچھ زمین نذرانے کے طور پر مسجد کو دے دی جس کو ساتھ ملا کر کٹا وہ

خوبصورت اور ایک بینار والی مسجد تعمیر ہوئی، اللہ تعالیٰ انکو جزائے خیر عطا فرمائے۔ آمین!

حضرت شاہ عنایت قادری کی ریل تربت پر کندہ عبارت:-

③ کتبہ مزار مبارک

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ

كُلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَانٍ وَيَبْقَىٰ وَجْهٌ رَبِّكَ ذُو الْجَلَالِ وَالْاِكْرَامِ

مزار پر انوار

مشتاق نقا عرابی

ابوالمعارف حضرت شیخ حافظ محمد عنایت اللہ قادری

عرف شاہ عنایت قادری

شطاری قصوری ثم لاہوری رحمۃ اللہ علیہ

جمع فضل و کمال کان خصال نکو با

عارف روشن جہیں منظر نور نقیبین

بست چوزیں دار غم رخت بدار البقاء

خشک شد از ر حلقش چشمہ دارشاد خلق

فکر بہ تاریخ او داشت پریشاں و لم با

باد بخلد بریں بلبل جانش مدام

تخفہ دعا و سلام از دل و جان کھور

مذکورہ اشعار آپ کے پوتے حضرت شیخ محمد ظہور اللہ قادری جنکا تخلص ظہور بیان کرتے ہیں



نے نظم کے نکتے۔ سہل تربت پر کاتب کا نام و سن درج نہیں، ہو سکتا ہے کہ کاتب شہرت کا خواہش نہ ہو اور اس سنگی تحریر کو ثواب دارین سمجھ کر انجام دیا ہو۔

سہل تربت پر کندہ عبارت

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ

ابو الفضل نور اللہ

حضرت شیخ محمد زاہد اللہ قادی

رحمۃ اللہ علیہ

فرزند اکبر و خلیفہ حضرت قبلہ ابو المعارف

شیخ محمد عنایت اللہ

رحمۃ اللہ علیہ

۲۹ صفر ۱۱۶۵ ہجری

واصل بحق گشت

سَلِّ تُوْبَتِ پَرِیْتِ دِهْ عِبَارَتِ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ

طَه

حضرت شیخ محمد زمان

رحمة الله عليه

فرزند دوم

حضرت شیخ محمد عنایت اللہ

قادر می رحمتہ اللہ علیہ

# عرس مبارک

۲۷ جمادی الثانی جو آپ کی تاریخ وفات ہے۔ وہ ہی آپ کے سالانہ عرس کی تاریخ ہے۔ کبھی کبھی اس تاریخ میں تقدیم و تاخیر بھی ہو جاتی ہے۔ عرس کے دنوں میں لاہور کی میوہ منڈی اور سبزی منڈی بند رہتی ہے۔ کیونکہ اس دن دونوں منڈیوں کے کارکن عقیدت کے طور پر ناغہ کرتے ہیں اور اپنا کاروبار بند رکھتے ہیں۔ اور پڑے جوش و خروش اور رفتاری و صوم و صوم کے ساتھ اسلام کا بے لوث عالم اور مخلص مبلغ جن کو ہم عرف عام میں صوفی یا ولی اللہ کہتے ہیں کا دن مناتے ہیں۔ آپ کی سوانح، کردار، حسن اخلاق اور تعلیمات احوال و اقوال سے عوام کو آگاہ کیا جاتا ہے اور آپ کا یوم منانا اور اصل آپ کے مشن کو زندہ رکھنا ہے۔

عرس کے ایام کے علاوہ مزار مبارک پر جمعرات کو سینکڑوں عقیدت مند حاضر می دیتے ہیں اور خاصی رونق ہوتی ہے۔ عیدین کے موقع پر روضہ مبارک پر ایک میلہ بھی لگتا ہے جس میں اندرون شہر اور گرد و نواح کے سائل ٹوٹے ہوئے دل لے کہاتے ہیں اور مردوں سے پھری ہوئی جھولیوں کے ساتھ واپس جاتے ہیں۔ غرضیکہ عرس کے موقع پر مجالس ذکر و سماع ہوتی ہیں جن میں آپ کے عقیدت مند جوش و جذبہ اور مستحی کے عالم میں شریک ہوتے ہیں۔ روضہ کی عظمت و شوکت کو بجد امکان اجاگر کرنے میں کوشاں رہتے ہیں۔ روضہ مبارک پر صبح و شام بلکہ رات بھر قرآن پاک کی تلاوت و نعت خوانی اور درود و سلام پیش کیا جاتا ہے۔ عشق و سلوک، عقیدت و محبت، عبادت و ریاضت کی محفلیں نظر آتی ہیں۔ دربار کے اندر باہر اور گنبد پر نگین بلبوں سے روشنی کی جاتی ہے۔ رنگارنگ کی قندیلوں اور طرح طرح کے فانوسوں سے مزار کو چراغان کر کے بقدر نور بنا دیا جاتا ہے۔ ہر قندیل آفتاب کی طرح اپنی روشنی پھیلاتی ہوئی نظر آتی ہے اور ہر جگہ نورانی دکھائی دیتی ہے۔ فقراء و مساکین اور زائرین کو کھانا دیا جاتا ہے۔ مسافروں کی بھی خدمت کی جاتی ہے۔ عرس سے ایک دو روز پہلے دربار کے قرب و جوار میں دکانیں لگنا شروع ہو جاتی ہیں۔ لوگوں کے ہجوم سے سڑکیں پُر رونق ہو جاتی ہیں اور ہر آدمی اپنی ضروریات کے مطابق خرید و فروخت کرتا ہے۔ تقریباً دو سو سے زیادہ برس گزر جانے کے باوجود اس آفتاب رشد و ہدایت کی دل آویز شعاعیں آج بھی روز روشن کی طرح تاباں ہیں جس سے ساری بستی چمک رہی ہے۔ زمانہ کی تند و تیز

ہوائیں ان مقبولانِ بارگاہِ الہی کی فیروزاں شمعیں کو بجھا نہ سکیں بلکہ فتن و فساد و حسد و عناد کے طوفان نے انہیں اور بھی روشن کر دیا۔ وحدانیت اور وحدانیت کا پرچم اور بلند ہوا۔

(باب)

## حضرت شاہ عنایت قادریؒ کی

### اولادِ محجاد، درگاہ عالی کی تولیت اور خلفاء

① اولادِ محجاد اور تولیت | حضرت شاہ عنایت قادریؒ کے دو صاحبزادے تھے: شیخ محمد زاہد اللہؒ اور شیخ محمد زمانؒ، شیخ محمد زمان نے لاورد وفات پائی اور اپنے باپ کے دائیں پہلو میں دفن ہوئے۔ شیخ محمد زاہد اللہ قادریؒ سے آپ کی نسل چلی آرہی ہے جن کی اولاد اب تک اندرون بھائی دروازہ میں رہائش پذیر ہے جو آسود حال زیور علم سے مزین اور اخلاقِ حمیدہ سے متصف ہے۔ حضرت شاہ عنایت قادریؒ کی وفات کے بعد ان کے فرزند شیخ محمد زاہد اللہؒ مدرس و تدریس پر جلوہ افروز ہوئے۔ آپ اپنے والد محترم سے بیعت تھے اور خرقہ خلافت سے سرفراز تھے۔

غایتہ الخواشی (حاشیہ شرح و تالیہ) جو آپ کی صحیح ترین تصنیف ہے۔ اپنے رط کے اور عوام کی رہنمائی کے لئے تحریر فرمائی۔ آپ بڑے عابد، درویش سیرت، شفیق اور مہمان نواز تھے۔ علوم ظاہری اور باطنی سے منصف تھے۔ ذریعہ معاش زمینداری تھا، ۲۹ صفر ۱۱۶۵ھ میں اللہ کو پیارے ہوئے۔ اپنے باپ کے بائیں پہلو میں دفن کے گئے۔ آپ کامزارِ زیارت گاہِ خلائق ہے۔

شیخ محمد زاہد اللہ قادریؒ کے فرزند شیخ محمد ظہور اللہؒ بھی شیخ طریقت، عالم دین اور اپنے والد ماجد سے بیعت تھے۔ آپ کی درگاہ درس و تدریس کامرکز تھی جس میں طلباء کی ایک کثیر تعداد

آپ کے زیر تعلیم و مطالعہ رہتی تھی۔ ہزاروں طلباء علم دین سے مالا مال ہوئے۔ آپ کے وصال کے بعد اونچی مسجد (بھائی دروازہ) اور مزار کی تولیت اور نگرانی مختلف اوقات میں مختلف حضرات کے سپرد رہی۔ شیخ محمد ظہور اللہ قادری کے پانچ فرزندوں کا ذکر ملتا ہے جن کے اسمائے گرامی یہ ہیں :- شیخ غلام قادر، شیخ حاجی محمد غلام صالح، شیخ محمد سلیم، شیخ محمد ہاشم اور شیخ محمد قاسم، ان میں سے شیخ غلام قادر امام اونچی مسجد اور متولی مزار ہوئے آپ صاحبِ طریقت عابد، شب زندہ دار اور درویش سیرت بزرگ تھے۔ ابتدائی دینی تعلیم و تربیت لاہور میں پائی اور مستقل اقامت بھائی دروازہ میں اختیار کی، سالانہ عرس اور دیگر تقریبات کو نہایت گرم جوشی، محبت اور خلوص نیت کے ساتھ ادا کرتے تھے۔ آپ کے مریدوں میں سیائیں بلاتی ابوالخیر مشہور ہیں جو آپ کے قریبی رشتہ دار بھی تھے۔ آپ کی مجلس سماع میں حضرت بلھے شاہ کی کافیاں گائی جاتی تھیں۔ آپ نے ۲۱ اکتوبر ۱۹۰۴ء کو ۴۰ سال کی عمر میں وفات پائی۔ آپ کے نامور خلفاء سیائیں قمر الدین و سائیں معراج دین تھے۔ ان بزرگوں نے شجرہ جدی اور شجرہ طریقت کے فراہم اور مرتب کرنے میں دیگر عقیدت مندوں کے تعاون سے مولوی سراج الدین بن شیخ شمس الدین کی مدد کی لے اور ان قدیم نشانیوں کو محفوظ کر لیا۔

شیخ غلام قادر کی وفات کے بعد آپ کی اولاد میں سے خلیفہ پیر محمد، خلیفہ حسن دین اور خلیفہ علی محمد امام اونچی مسجد اور متولی مزار ہوئے۔ ان حضرات کی وفات کے بعد خلیفہ حسن دین کا فرزند ارجمند خلیفہ علم دین زندگی بھر مسجد اور مزار کی خدمت اور نگرانی کرتے رہے۔ درس و تدریس اور اشاعت دین اسلام کی خدمات بھی انجام دیں۔ صاحب مزار کے مسلک کے مطابق تعلیمات کا سلسلہ بھی جاری رکھا۔ درسگاہ اور مزار کی تعمیر و مرمت اور آرائش و زیبائش میں ہمیشہ کوشاں رہے۔ تاکہ یہ قدیم نشانیاں محفوظ و ماموں ہو جائیں۔

بعد ازیں خلیفہ پیر محمد کا پوتا حاجی محمد چھا نگیر امام اونچی مسجد اور متولی مزار مقرر ہوئے۔ آپ نے مسجد ہذا میں درس و تدریس کا سلسلہ بدستور قائم رکھا۔ مزار اقدس کی بھی نگرانی کرتے رہے آپ صاحبِ طریقت حنفی العقیدہ بزرگ تھے۔ میاں علی محمد خاں صاحبِ شہتی نظامی جسے بیعت تھے جو چشتیان چشت کے روشن چراغ مولانا قمر الدین فخر جہاں دہلوی کے نامور خلیفہ حضرت حاجی لعل محمد دہلوی کی شاخ سے تعلق رکھتے تھے جن کی ذاتِ پابرجا کی کرامات سے گفرتان ہندوستان اسلام سے منور

ہوا اور ہر صاحب علم و فہم نے اپنی استطاعت کے مطابق اکتساب کیا۔

مولوی حاجی محمد بہانگیر حضرت شاہ عنایت قادریؒ کی اولاد مجاہد سے ہیں۔ آپ کا شجرہ نسب یوں بیان کیا جاتا ہے۔ مولوی محمد بہانگیر بن خلیفہ مولا بخش بن خلیفہ پیر محمد بن شیخ غلام قادر بن شیخ محمد ظہور اللہ بن شیخ محمد زاہد اللہ رحمہ اللہ بن شاہ عنایت قادریؒ ہے ایک سالہ سوانح حیات حضرت سید بلکھے شاہ آپ

کی تصنیف ہے۔ چند برسوں کی خدمت اور اطاعت کے بعد انکا بھی جام عمر لبرین ہوا۔ مولوی سراج الدین پسر شیخ شمس الدین جو ساتویں پشت میں حضرت شاہ عنایت قادریؒ کی اولاد سے تھے نگرانی کے فرائض انجام دیتے رہے۔ آپ صاحب شریعت و طریقت اور صاحب نسبت و

اجازت بزرگ تھے۔ سلسلہ قادریہ شطاریہ، سہروردیہ اور چشتیہ میں اپنے والد محترم سے خرقہ خلافت و اجازت حاصل کئے ہوئے تھے۔ مزید اکتساب فیض کے لئے خاندان قادریہ غفوریہ میں حضرت شیخ

قاضی سلطان محمود صاحب (آوان شریف) کے مرید ہوئے۔ آپ نے اپنے جدی سلسلہ کو فروغ دیا، حضرت شیخ سید محمد دوم علی بھجوری المعروف بہ حضرت وانا گنج بخش رح لاہوری سے بڑی محبت اور عقیدت

تھی۔ بڑے اہتمام اور خلوص نیت کے ساتھ مزار اقدس کی زیارت کو جلتے حضرت شاہ عنایت قادریؒ کے مزار کے چابی بردار اور صاحب تصنیف بھی تھے اور ایک رسالہ طریقی الاصفیاء آپ کی یادگار ہے۔

آپ کی وفات کے بعد اسی پشت سے تعلق رکھنے والے میاں عنایت الہی ولد شیخ محمد بخش نگران مزار ہوئے۔ زندگی بھر مزار مقدس کی خدمت کرتے رہے اور ہمیشہ مزار و مسجد کی تعمیر و مرمت کے لئے

کوشاں رہتے بلکہ آپ مزار کے لئے وقف ہو چکے تھے، اس عمل سے آپ کی برگزیدگی اور بزرگی کا بخوبی اندازہ کیا جاسکتا ہے۔ چند برسوں کی خدمت و اطاعت کے بعد آپ بھی اس دنیا سے چل بسے۔

آپ کی وفات کے بعد آپ کا چچا زاد بھائی خلیفہ محمد امین برادر خلیفہ محمد شریف پسر خلیفہ علم دین مزار کے چابی بردار ہوئے، خلیفہ محمد امین کی رحلت کے بعد یہ ذمہ داری ان کے لڑکے منظور الہی کے سپرد

ہوئی، حافظ محمد لطیف جو آپ کی ساتویں پشت سے ہیں۔ آج کل آپ کے مزار کے متولی ہیں۔ ان کی توییت میں آپ کا مقبرہ اور ایک عالی شان مسجد از سر نو تعمیر ہوئی۔

اس عظیم کارکردگی کا سہرا صدر و آراکین بزم ناہران نمر و سبزیان (لاہور) اولاد حضرت شاہ عنایت

قادرؒ، عقیدہ تمنا اور دیگر مجید حضرات کے سر ہے۔ جس کے تعاون اور اعانت کی بدولت یہ منصوبہ پایہ تکمیل کو پہنچا۔ ہم ان حضرات کے ممنون ہیں اور ہمارے شکر یہ کے مستحق ہیں، اللہ تعالیٰ ان کو جزائے خیر دے۔ آمین!

اب یہ جو صورت مزار اور عالیشان مسجد حکومت کی تحویل میں ہے محکمہ اوقاف اس کا نگران ہے جس کا سب سے بڑا مقصد صاحب مزار کے مسلک کے مطابق زائرین اور عقیدت مندوں کی سہولت کے لئے مناسب اور معقول انتظامات کرنا اور ان کی تعلیمات اور اعتقادات کو فروغ دینا ہے۔

آج بھی آپ کے عقیدت مند پاک و ہند کے کونہ کونہ میں موجود ہیں جو سال کے تمام دنوں میں اور خاص طور سے عرس مبارک کے موقع پر سکون قلب کے لئے آپ کی درگاہ پر حاضری دیتے ہیں یہ وہ تبرک و مقدس مقام ہے جہاں الوار کی بارش ہوتی ہے جو دلوں کو منور کرتی ہے۔ زائرین اور مقامی لوگوں کو ذہنی سکون اور روحانی سرور پہنچاتی ہے۔ کیف و مستی کا سماں رہتا ہے۔ بے قراروں کو قرار دیتا ہے۔ غرض کہ اس مقام پر دعاؤں کی قبولیت، روحانی قوت اور سکون قلب کی دولت کو حاصل کرتے ہیں۔

جب حضرت شاہ غزالیؒ قادرؒ لاہور میں مسند ارشاد و ہدایت پر متمکن ہوئے تو یہاں کے بے شمار حضرات مستفیض ہوئے۔ آپ کی عظیم شخصیت

نیک سیرت، حسن و اخلاق، علمیت و فضیلت، کشف و کرامات نے عقیدت مندوں کو گہری محبت سے گریبا اور نور عشق سے گلگایا، مردہ دلوں کو زندہ کیا، آپ ایک شمع ہدایت ہیں اور عقیدت مند پر دانے ہیں جو ہر طرف سے جوق و جوق چلے آ رہے ہیں۔ رحلت کے بعد بھی آپ مرکز کشش و جاذبیت ہیں اور شطاری نسبت کے معنی تیز نسبت کے روشن چراغ ہیں۔ آپ کا حلقہ ارادت بہت وسیع تھا۔ آپ کے خلفاء اور عقیدت مند بے شمار تھے جن کے حالات کے لئے ایک علیحدہ تذکرے کی ضرورت ہے۔ یہاں صرف آپ کے نامور خلیفہ حضرت سید بلھے شاہ کے اجمالی حالات بیان کیے جاتے ہیں۔

حضرت بلھے شاہ کے آپ کا اصل نام سید محمد عبداللہ شاہ عرف و تخلص بلھے شاہ تھا۔  
ابتدائی حالات آپ کے والد ماجد کا نام سید سخی درویش محمد تھا جو حاج گیلانیوں

سے تشریف لائے تھے اُن دنوں اہل گیلانیاں صوبہ سندھ کی ٹیل واری میں شامل تھے اُجکل یہ تاریخی  
 قصبہ بہاول پور (پنجاب) کے علاقہ میں ہے۔  
 حضرت سید صفی الدین گارونی سترہ سال کی عمر میں برصغیر میں وارد ہوئے اور علاقہ اُجکل  
 قدیم نام ”بھاٹیا“ بھی تھا، میں رہائش پذیر ہوئے۔ آپ نے ایک علمی درسگاہ بھی قائم کی جس میں  
 صرف طلباء کی تعداد ۵۰۰ سے زائد بیان کی جاتی ہے۔ یہ زمانہ ۳۷۰ھ بیان کیا جاتا ہے اور راجہ  
 انگ پال حکمران تھا سب سے پہلے آپ نے اُجکل کی بنیاد رکھی اور پانی اُجکل کے نام سے معروف ہوئے  
 پھر علاقہ اُجکل توہین حصوں میں تقسیم کیا گیا (۱) اُجکل موغلہ جس کو مغلوں نے آباد کیا (۲) اُجکل بخاری اس  
 کو شیخ جمال الدین شیخ خجندی جو سادات بخارا سے نسبت رکھتے تھے۔ ۷۰ھ میں آباد کیا۔ اور  
 اُجکل گیلانیاں سید صفی الدین گارونی نے سن ۳۷۰ھ میں آباد کیا اور عمارتیں بھی بنوائیں۔ آپ شیخ  
 ابوالسحاق ابراہیم بن شہر یار گارونی جو اُجکل کے نام سے معروف زمانہ تھے کے مرید و خلیفہ

تھے۔ آپ نے سن ۳۹۸ھ/۱۰۰۶ء میں وفات پائی۔  
 حضرت مخدوم بہانیاں جہاں گشت المتوفیٰ ۷۸۵ھ/۱۳۸۶ء کے ملفوظات سے ایک بات کا انکشاف  
 ہوتا ہے کہ حضرت سید جلال سراج بخاری کے اُجکل تشریف لانے سے قبل یہاں دو خانقاہیں پہلے سے  
 ہی موجود تھیں۔ ایک گارونیوں کی اور دوسری جمالیوں کی، حضرت صفی الدین خانقاہ گارونیوں سے  
 تعلق رکھتے تھے اور حضرت بلکھے شاہ کے اجداد سادات گیلانیاں سے وابستہ تھے اور ان کا سلسلہ نسبت  
 چند واسطوں سے حضرت سید عبدالقادر جیلانی سے وصل ہوتا ہے۔

حضرت سید عبداللہ شاہ المعروف بہ بلکھے شاہ قصوری بن  
 حضرت سید سخی شاہ درویش محمد بن حضرت سید نور محمد شاہ بن  
 حضرت سید ابابکر بن حضرت سید وجیرہ الدین بن حضرت سید عبدالحکیم بن حضرت سید شاہ نعمت  
 اللہ بن حضرت سید ابو محمد بن حضرت سید عبداللہ بن حضرت سید نصیر الدین بن حضرت سید  
 محمد بن حضرت سیدی بن حضرت سید احمد بن حضرت سید صالح نصر بن حضرت سید عبدالرزاق بن  
 حضرت سید عبدالقادر جیلانی محبوب سبحانی بن حضرت سید ابی صالح موٹے جنگی دوست  
 بن حضرت سید ابی عبداللہ بن حضرت سیدی کے الزاہد بن حضرت سید محمد بن حضرت



سید داؤد بن حضرت سید موسیٰ ثانی بن حضرت سید عبداللہ ثانی بن حضرت سید ابو نون بن حضرت

سید عبداللہ المحقق بن حضرت سید حسن المثنیٰ بن سیدنا امیر المومنین حضرت امام حسن مجتبیٰ

علیہ السلام بن حضرت امیر المومنین حضرت کرم اللہ وجہہ الکریم، (آپ حنی و حنی حنی سید تھے)۔

⑤ آپ کی جائے پیدائش و تاریخ ولادت | اس بات کا علم نہیں ہو سکا کہ آپ کے مورث  
اعلیٰ اچ گیلانیاں میں کب تشریف لائے

مگر آپ کے والد ماجد سید درویش محمد سخی تعلیم و تبلیغ اور درس و تدریس کے سلسلہ میں اپنے وطن بلوچ  
کو چھوڑ کر ضلع ساہیوال کے ایک گاؤں ملک وال میں آکر آباد ہو گئے تھے۔ اچکل یہ گاؤں نزد  
کاہنہ نواح لاہور میں واقع بیان کیا جاتا ہے۔

تذکرہ طریق الاصفیاء ص ۶ نافع السائین اور سلیم التواریخ کے مطالعہ سے یہ علم ہوتا ہے کہ  
حضرت بلھے شاہ کی پیدائش اچ گیلانیاں میں ہوئی۔ جب ملک وال تشریف لائے تو اس وقت  
آپ کی عمر چھ سال کے لگ بھگ تھی، خلاف اس کے آپ کی جائے پیدائش عوام میں گاؤں  
پانڈو کی، مشہور ہے جو صحیح تصدیق نہیں ہوتی۔

آپ کی جائے پیدائش اور سن ولادت میں تذکرہ نگاروں میں بڑا اختلاف پایا جاتا ہے۔ نجات  
سنارے، کامصنف، ام سنگھ درویش اپنی تصنیف (ص ۶۵) پر لکھتا ہے، "لاہور سے جانب جنوب تیس  
میل کے فاصلے پر ایک بستی "پانڈو کی" ہر بارمی دو آب کے کنارے ہے یہاں بخاری سادات کے  
اعلیٰ خاندان میں ۱۱۴۸ھ کے لگ بھگ بلھے شاہ نے جنم لیا۔ یہ سن اور جائے پیدائش صحیح نہیں۔ اس لئے  
کہ ان کے مرشد حضرت شاہ عنایت قادری نے معروف قول کے مطابق، ۱۱۴۸ھ (یا بعد) وفات  
پائی، مذکورہ قول کے پیش نظر حضرت بلھے شاہ کا سن ولادت ۱۱۴۸ھ ناقابل قبول ہے کیونکہ آپ  
اپنے مرشد کے وصال کے بعد کئی برس تک بقیہ حیات رہے۔ شجرہ طریقت کی رو سے آپ کے اجداد  
سادات گیلانیاں سے وابستہ تھے نہ کہ سادات بخاری،

"بلھے شاہ" کامصنف مسٹر چلڈس فریڈرک اسٹورن نے آپ کی تاریخ پیدائش ۱۰۹۱ھ/۱۶۸۰ء  
لکھی ہے۔ مولانا بخش کشتہ نے اپنی تالیف "پنجابی شاعراں و تذکرہ" میں آپ کا سن ولادت اور  
جائے پیدائش ۱۶۸۰ء اور ساکن "پانڈو کی" بیان کیا ہے۔ عبدالغفور قریشی نے پنجابی زبان و ادب

۸۱  
تاریخ میں آپ کی پیدائش ۱۶۸۰ء لکھی ہے۔ اس طرح ڈاکٹر عبدالسلام خورشید نے پنجاب کے رومان میں آپ کی پیدائش ۸۰۴ھ/۱۶۸۰ء بیان کی ہے۔ مولانا بخش کشتہ، عبدالغفور قریشی اور ڈاکٹر عبدالسلام خورشید نے ۱۶۸۰ء سال پیدائش نقل کرنے پر ہی اکتفا کیا ہے۔ کسی ماخذ کا ذکر نہیں کیا۔ الغرض جب تک کوئی ٹھوس ثبوت دستیاب نہیں ہوتا۔ اس وقت تک حضرت بلھے شاہ کی تاریخ ولادت کے بارے میں کوئی شک نہیں ہے اور جب تک کوئی معاصر تحریر اس باب میں فیصلہ نہیں کرتی یہی سال ولادت تصور ہوتا رہے گا مگر ہم اس حقیقت کو پہنچ جاتے ہیں کہ یہ عظیم صوفی اور پنجابی زبان کا مشہور شاعر اور رنگ زیب عالمگیر کے دور حکومت ۱۰۶۰ھ/۱۶۵۹ء تا ۱۱۱۸ھ/۱۶۰۶ء میں پیدا ہوئے۔

تمام تذکرہ نگاروں نے حضرت بلھے شاہ کو قصوری لکھا ہے۔ حتیٰ کہ آپ کے کلام کے تمام مطبوعہ نسخوں

۶ حضرت بلھے شاہ قصوری یا اوچی

میں بھی آپ کو قصوری لکھا گیا ہے۔ درحقیقت آپ کا اصل وطن (مولد) صحیح گیلانیاں ہے یہی وجہ ہے کہ آپ کے کلام میں صاف طور پر بہاول پوری اور ملتان کی زبان کا رنگ جھلکتا ہوا نظر آتا ہے اس ثبوت میں خود حضرت بلھے شاہ کا ایک شعر بھی پیش کیا جاتا ہے جو اس باب میں سنگ میل کی حیثیت رکھتا ہے۔

اسیں اوچی ساڈی ذات اچیری

اسیں وچ اہج دے دسنے ہاں

عقل ہٹی تے رمز بچھانی

اسیں مرطر تینوں دسنے ہاں

علاوہ ازیں ایک اور شعر میں آپ اپنی سید برادری کو خطاب کرتے ہیں جو اہج میں پائش پذیر ہیں۔

اسیں وچ قصور قصوری آں

اسیں اویدے وچ سوڑی آں

تیں وچ اہج دے اچے او

شاہ عنایت دی باغ بہاراں

آپ کا مطلب یہ ہے کہ تم اہج میں سر بلند ہو تو رہو، ہم قصور میں قصوری ہیں اور شاہ عنایت

کے باغ و بہار میں بہاری حیثیت "لسوڑی" کے درخت کی طرح ہے۔ "لسوڑی" کا درخت پھلدار و درختدار کم تر شمار کیا جاتا ہے اور یہ پھل عام طور پر دو ایوں اور اچاروں میں استعمال ہوتا ہے فقط قصور جو دو معنی ہیں ایک تو یہ کہ قصور شہر کا رہنے والا، دوسرے یہ کہ مجھ کو اپنی کمی کا اعتراف ہے۔ بخت کا حاصل یہ ہے کہ قصور کو آپ کا ثانوی وطن کہا جاسکتا ہے۔

بیان کرتے ہیں کہ پانڈوا اور سدھار قوم رنگ پڑھی دو بھائی تھے  
**⑥ آپ کی تعلیم و تربیت** دونوں کے اپنے اپنے نام پر الگ الگ گاؤں آباد کئے۔ ایک

گاؤں کا نام "پانڈوکے" مشہور ہوا اور دوسرے کا نام "سدھار پڑ گیا" ایک دن پانڈو ملک وال کے قریب گاؤں تلونڈی میں اپنے رشتہ داروں سے ملنے آیا۔ رشتہ داروں پانڈو بھٹی سے اس کے گاؤں کی زمین فصلیں اور آبادی کے بارے دریافت کیا، اس نے جواب کہ وہاں کی زمین زرخیز ہے لوگ اچھے ہیں، گاؤں میں بڑی رونق ہے ایک کشادہ مسجد تعمیر کر لی لیکن ہمیں کوئی عالم نہیں ملتا جو امامت کے ساتھ ساتھ درس و تدریس کا سلسلہ بھی جاری کرے مسجد کو آباد کر سکے۔ رشتہ داروں نے مشورہ دیا کہ قریب کے گاؤں ملک وال میں ایک سید صاحب آج گیلانیاں سے تشریف لائے ہوئے ہیں بڑے عالم اور فاضل ہیں، اگر وہ راضی ہو جائیں آپ کی مسجد میں دینی رونق بڑھ جائے گی اور مسجد آباد ہو جائے گی۔

چند لوگ آپ کے والد محترم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور پانڈوکے میں منتقل ہوئے۔ سبکی درجہ کی جس پر آپ کے والد محترم اپنے بال بچوں سمیت ملک وال سے پانڈوکے میں چلے آئے۔ مسیحی امام مقرر ہوئے اور درس و تدریس کا سلسلہ شروع کر دیا چونکہ آپ کے والد مراد صاحب علوم عربی اور فارسی کے عالم تھے۔ امام مسجد بھی تھے۔ اس لئے غالب خیال یہ ہی ہے کہ حضرت سید صاحب نے ابتدائی تعلیم اپنے والد ماجد سے پائی اور مزید تعلیم حاصل کرنے کے لئے آپ قصور تشریف لے گئے۔ قصور میں زمانہ میں پٹھانوں کی راجدھانی تھی اور رسمی علوم کا ایک اہم مرکز تھا جس کو بہت مقبولیت شہرت حاصل تھی، جامع مسجد کوٹ قصور کے خطیب مولانا حافظ غلام مصطفیٰ صاحب عالم درس کا بڑا چرچا تھا۔ آپ مراد صاحب علوم حاصل کرنے کے لئے ان کے درس میں شامل ہو گئے اور علم ظاہری میں دسترس حاصل کی، لکھنے پڑھنے کے ساتھ ساتھ آپ موشی پڑانے کا کام بھی انجام دیا۔

تھے، علوم ظاہری سے فراغت پانے کے بعد علوم باطنی کی طرف متوجہ ہوئے۔

یہاں یہ بتانے محل نہ ہوگی کہ کتب حدیث، فقہ اور آیات قرآنی کے جو حوالے آپ کے کلام میں کسی جگہ پائے جاتے ہیں اسی تعبیری دور کا اثر تھا۔ صوفی اکبر علی صاحب سلیم المتواریخ بیان کرتے ہیں (ملکھے شاہ) قرآن شریف پڑھ لینے کے بعد فارسی کی درسی کتابیں پڑھ کر فقہ اور تفسیر پر توجہ کی، قدوری، کنز، ہدایہ تک سب دیکھ گئے (ص ۳۷۵) پھر غور کرنے لگے کہ ہوا باطن کا اقرار تو سب کو ہے۔  
وسیلہ ایسا ہونا چاہیے کہ ہوا ظاہر دکھاوے۔

بھائی پریم سنگھ قصوری جنہوں نے ۱۸۹۶ء میں آپ کا کلام جمع کیا۔ لکھتے ہیں کہ آپ اُمّی (ان پڑھ) تھے۔ لہذا آپ اپنا کلام لکھ نہیں سکتے۔ پریم سنگھ قصوری کا یہ کہنا درست نہیں۔ حضرت سید ملکھے شاہ نے مذہبی رہنماؤں کو پر خلوص اور باعمل ہونے کا سبق دیا اور قومی ترقی کے لئے یہ نسخہ بتایا کہ جب تک قرآن اور اسوہ رسول پر عمل پیرا اور کار بند نہیں ہو گے اسی طرح تباہ و برباد ہوتے ہی رہو گے، خواب غفلت سے بیدار کرنے کی کوشش کی اور آنے والے انقلاب سے انہیں قبل از وقت آگاہ کیا۔ ان خیالات اور روزمرہ کے مشاہدات و تجربات کو بڑی سادہ اور عام مثالوں کے ذریعہ بیان کیا۔ یہی سادہ، دل نشیں اور دلنوازا انداز، مشاہدے کی وسعت اور فکر کی گہرائی کے ساتھ کلام ملکھے شاہ میں جلوہ گر ہوا جو فکری اور فنی ارتقا میں سنگ میل کی حیثیت رکھتا ہے۔

اردو دائرہ معارف اسلامیہ (پنجاب یونیورسٹی) لاہور میں لکھا ہے کہ حضرت ملکھے شاہ نے خواجہ غلام محی الدین قصوری سے جنہیں علوم متداولہ پر پورا عبور حاصل تھا، کے سامنے زانوئے تلمذ بھی طے کئے۔ خواجہ غلام محی الدین قصوری ۱۲۰۲ھ/۱۷۸۷ء کو قصور میں پیدا ہوئے اور ۱۲۶۰ھ/۱۸۵۲ء میں وفات پائی ۱۵۱ھ اور قصور میں مدفن ہے جب کہ حضرت ملکھے شاہ نے بقول صاحب خزینۃ الایضیاء ۱۱۷۱ھ میں وفات پائی، مگر بعض قرائن اور دلائل سے آپ کی وفات ۱۱۸۱ھ (یا بعد) بھی ثابت ہوتی ہے۔ مذکورہ سنین کے لحاظ سے خواجہ غلام محی الدین قصوری ۱۱۸۱ھ کے استناد تسلیم نہیں کیے جاسکتے۔ یہ محض قیاس ہے۔

⑧ مرشد کی تلاش | حضرت ملکھے شاہ پر جذب کی سی کیفیت طاری رہتی تھی کبھی بے چین

ہو جاتے۔ کبھی تڑپتے۔ دن اور رات سوز و گداز میں بسر کرتے۔ طبیعت پر ایک جنون غالب تھا کہ وسیلہ  
ملے تو ایسا ملے جو وہاں ظاہر دکھائے اس طرح پھرتے پھرتے نار و زبون اور در و مندر ایک روز و مالہ  
کی جانب جانکے۔

بیان کرتے ہیں کہ منہ سے منصور والہ کلمہ نکل گیا۔ بعض لوگ پکڑ کر آپ کو دربارِ فاضلہ کے  
مردِ عارف شیخ محمد فاضل الدینؒ ۱۶ سالہ کی خدمت میں لے آئے۔ آپ حضرت سلیمان شاہؒ کی مرض کو بھانپ  
گئے اور فرمایا کہ ان کو شاہِ عنایت قادریؒ کے ہاں لے جائیں۔ وہاں جا کر کامل بن جائے گا۔ ان  
دنوں حضرت شاہِ عنایت قادریؒ کو دنیا کے تصوف میں بڑا نام اور بلند مقام رکھتے تھے۔ اور  
وجودی فکر کے سبب برصغیر میں اپنے معاصرین صوفیاء اور اولیائے کرام میں بھی محبت  
تھے۔ ذات کے آرائیں (اراعین) تھے قیصر میں رہتے تھے۔ لیکن قیصر کے حاکم کے ساتھ ان  
بن ہونے کے باعث قیصر کو چھوڑ کر لاہور میں مستقل سکونت اختیار کر لی تھی۔  
حضرت سلیمان شاہؒ آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر حلقہ ابادت میں جگہ پانے کی آمد و بلنت  
اور سزاہی سے رہنمائی کی استدعا کی۔ آپ نے فرمایا:-

بگھیا رب دا کیہ پاوناں ایدھروں پٹنا اودھر لاوناں

ان مختصر الفاظ میں آپ نے ساری کائنات کا راز بتا دیا، جس نے سلیمان شاہؒ کے من میں آگ  
دی، خودی کی تاریکی دور ہوئی۔ بیخودی کا روپ انوپ نظر آیا، روحانی روشنی پیدا ہوئی، اور  
عالم بالاکہ تجلیوں نے نور علی نور کر دیا۔ اسی وقت قدموں میں گر پڑے اور دامن پکڑ لیا  
حضرت شاہِ عنایت قادریؒ نے سینے سے لگا کر دولتِ ولایت اور خرقہ خلافت سے اور بھی  
بھائی دروازہ میں سرفراز فرمایا۔

حضرت سلیمان شاہؒ اس وارداتِ قلبی کا اظہار یوں کرتے ہیں :-

بگھئے شاہ دی سنو حکایت

ہادی پکڑیا ہوئی ہدایت

میرا مرشد شاہ عنایت

اور میرا پیرا نے مار

نہ تیرا اے ، نہ میرا اے  
 جگ فانی جھگڑا جھیرا اے  
 بنا مرشد رہبر کبھرا اے  
 پڑھ "فَاذْكُرُونِي اَذْكُرْكُمْ"

(سورۃ البقرۃ کی آیت ۱۵۲ کا ابتدائی حصہ)

مرشد نے حضرت بلکھے شاہ کو قصور جانے کی ہدایت فرمائی مگر آپ کی خواہش یہ تھی کہ وہ اپنے مرشد کے پاس رہے اور اپنے گاؤں میں رہ کر اپنے مرشد کو روزانہ مل کر واپس گھر آیا کرے۔ اب قصور جانے کا حکم ملا جو لاہور سے تقریباً چالیس میل کے فاصلہ پر واقع ہے جانا پھر وہاں مستقل طور پر رہنا مشکل نظر آ رہا تھا، اُداس اور پریشان تھے۔

مرشد نے آپ کو قصور بھیجنے میں بہت سی مصالحتیں بد نظر تھیں۔ قصور کے لوگ بے دین عیاش اور سرکش قسم کے تھے۔ درویشی کے قائل تھے۔ قصور بد اعتدالی اور لاقانونیت کا مرکز بن چکا تھا۔ وہاں کے لوگ ظالم اور کسی سائل کو حد و خیرات تک نہ دیتے تھے۔ ان کی اصلاح ضروری تھی۔ اسکے علاوہ اور مقامات سلوک طے کرانا چاہتے تھے جو ہجر اور فراق کی وجہ سے طے ہوتے ہیں پھر مرید صلوٰۃ کی اطاعت شعاری کا امتحان لینا بھی مقصود تھا مگر آپ اپنے مرشد کے سچے عاشق اور جاں نثار تھے۔ حضور ہی دیر کی بھی جبرانی منظور نہ تھی۔ آخر آپ اپنی ہمیشہ کو ساتھ لے کر قصور روانہ ہو گئے۔ یہاں یہ بیان کرنا بے محل نہ ہوگا کہ آپ کی دو بہنیں اور والدین "پانڈوکے" میں انتقال پا گئے تھے اور وہاں ہی دفن ہیں۔ مستانہ صاحب کی اولاد ان مزاروں کی نگران ہے۔ اب صرف ایک بیٹی ہمیشہ تھی جن کو ساتھ لے کر آپ قصور میں تشریف لے آئے۔

حضرت بلکھے شاہ اظہار کرتے ہیں۔

لوکاں وچ قصور ہوندا آساں وچ قصوراں وسدے

حضرت بلکھے شاہ مزید بیان کرتے ہیں۔

بلکھے اقصور بے دستور اوکھے جانا پینا ضرور

نہ کوئی پن نہ وان ہے! نہ کوئی لاگ دستور

حضرت بلھے شاہؒ نے ساری زندگی زہاد و تقویٰ میں بسر کی۔ انہوں نے عمر بھر شادی نہیں کی۔ اسی طرح آپ کی ہمشیرہ محترمہ نے بھی شادی نہیں کی۔ بلکہ تمام عمر آپ کے ساتھ رہیں۔ آپ کی ایک کافی کے مطلع سے کچھ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ آپ کا کوئی بھائی بھی تھا جس کی شادی تو ہوئی تھی مگر اولاد نہیں ہوئی۔ وہ مطلع یہ ہے۔

”بلھے نون منا ون ائیاں بھیناں تے بھر جائیاں“

یہاں ”بھر جائیاں“ کا لفظ ”بھیناں“ کی مناسبت اور شعر کی ضرورت سے بصورت جمع استعمال کیا گیا ہے۔ یہ نہ خیال کیا جائے کہ آپ کی ”بھر جائیاں“ ایک سے زائد تھیں یا یہ کہ آپ کے بھائی کی دو بیویاں تھیں۔ آپ کا معمول تھا کہ جب عبادت سے فارغ ہوتے اپنے حجرے میں اگر قیام کرتے، عقیدت مند لوگ بھی حاضر ہو جاتے۔ آپ تبلیغ و ہدایت سے لوگوں کے دلوں کو نوازتے رہتے تھے۔ آپ ”قنا فی الشیح“ کے مقام میں ہر وقت بے خود رہتے تھے۔ چنانچہ ایک مقام پر مرشد کے عشق میں بے خود ہو کر ان کو ٹھگ لا ہوا کہہ جاتے ہیں۔

وے دیدار ہو یا جد واریچ اپن چیت پیٹی گل چھا ہی!

ڈاڈھی کیتی بے پروا ہی! مینوں مل گیا ٹھگ لاہورا

⑨ رشتہ داروں کا طعنہ دینا سید بلھے شاہؒ حضرت شاہ عنایت قادریؒ کے مرید ہو گئے اور جب آپ کے رشتہ داروں کو آپ کی بیعت کا علم ہوا تو آپ

کے خاندان کے لوگوں نے جنہیں گیلانی سید ہونے کا بڑا فخر تھا سید بلھے شاہؒ کو طعنہ دینا شروع کر دیا کہ آپ نے سید ہو کر اراپین (اراعین) کی بیعت کر لی ہے اور اس طرح اولادِ علیؑ کا سر نیچا کر دیا ہے۔ اس شکایت کا سید بلھے شاہؒ نے یہی جواب دیا کہ اگر ارا عین کی مریدی سے میری سادات کی توہین ہوتی ہے تو چلو میں سید ہی نہیں اور اس واقعہ کو رضائے الہی سمجھ کر صبر و شکر کریں۔ سید بلھے شاہؒ اس واقعہ کو اپنے الفاظ میں اس طرح ادا کرتے ہیں:

من لے بکھیا ساڈا کہنا چھڈ وے پلا راسیاں

اے نبی اولادِ علیؑ نون تون کیوں ریکاں لاسیاں؟

جھیرا سناون سید سے دوزخ ملن سزائیاں

جو کوئی سائوں راہیں آکھے بہشتی پینگیاں پائیاں  
 راہیں ، سائیں ، سبحنی تھائیں رب دیاں بے پروائیاں  
 سو ہنیاں پرے ہٹائیاں تے کو جھیاں ے گل لائیاں  
 سید بٹھے شاہ کے دل پر اس طعن کا کچھ اثر نہ ہوا۔ اس کی سب سے بڑی وجہ یہ تھی آپ  
 اس خدا رسیدہ بزرگ کا پلہ پکڑ چکے تھے اور فیض سے بہرہ ور ہو چکے تھے اسے کس طرح چھوڑتے وہ  
 واپسے مرشد کے رنگ میں رنگے جا چکے تھے۔ انکی توجہات نے آپ کو عرفان و وجدان کی اعلیٰ وارف  
 منزلوں پر پہنچا دیا تھا اور قلب روشن کر دیا۔ یہاں تک کہ دل اور دماغ میں مرشد سے پیارا اور حجت  
 کا رشتہ اتنا قوی ہو گیا کہ زادِ خداوندی کھلنا شروع ہو گئے۔ نورِ ایزدی سے منور ہو گیا۔

سید بٹھے شاہ نے طعنوں کا جواب یوں دیا۔ ۱۹

جے توں لوڑیں باغ بہاراں ، چا کر ہو جا را ئیاں

بٹھے شاہ وی ذات کہہ کھچیں ، شاکر ہو رضا ئیاں

حضرت بٹھے شاہ اس بات کا اظہار کرنا چاہتے ہیں کہ خدا اپنی بے پروائی میں جسے چاہے بلند و  
 اعلیٰ وارف مقام بخش دیتا ہے کبھی وہ بیچ ذات والوں (کو جھیاں) کو شرف قبولیت بخشا ہے اور کبھی وہ اونچی  
 ذات والوں (سو ہنیاں) کو اپنے سے دور رکھتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے نزدیک وہ ہی قابلِ عزت  
 ہے جو زیادہ پرہیزگار ہے۔

## باب حضرت بٹھے شاہ کی شاعری

عوام میں یہ بات مشہور ہے کہ جب حضرت بٹھے شاہ نے شاعری کا آغاز کیا اور  
 ① شاعری مرشد کو اس کا علم ہوا تو اس نے اس فعل کو پسند نہ فرمایا بلکہ ناراضگی کا اظہار کیا  
 مگر جب انہوں نے آپ کے اشعار سنے تو ان کی غلط فہمی دور ہو گئی اور حضرت بٹھے شاہ کی علمیت و  
 قابلیت کی تعریف کے بغیر نہ رہ سکے جب مرشد نے شاکر دکی کا فیوں میں علم و معرفت اور حکمت کی



باتیں دیکھیں تو انہیں اس فن کی اجازت دے دی، مرشد کی اس جوصلہ افزائی کا نتیجہ یہ ہوا کہ آپ نے سینکڑوں اشعار کہہ ڈالے۔ ان اشعار کی طبعی پکوانائی شہرت نصیب ہوئی۔

حضرت بلھے شاہ صاحبِ جذبِ جذب تھے۔ ان کا ہر شعر روح کی گہرائیوں سے نکلنے والا ہے اور وہی کی نہایت میں اُتر جاتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ان کے پاکیزہ نغموں سے پنجاب کے گاؤں، قصبے اور شہر گونج اُٹھے جن کی شہرت اپنے وطن سے نکل کر دُور دُور پھیلی۔ آپ قصہ کے بیان کی بجائے زیادہ تر جذب کی کیفیت کے اظہار پر صرف کرتے ہوئے نظر آتے ہیں۔ آپ کی آوازیں سوز، جذب اور وارفتگی سے پر عقیں اور یہی خوبیاں آپ کو حضرت شاہ حسین اور حضرت سلطان باہو کی صف میں لاکھڑا کر رہیں۔ آپ کا ہر بیان عجز و انکساری اور احترام کا منظر ہے۔ آپ کے کلام میں جا بجا کتبِ حدیث و فقہ اور آیاتِ قرآنی کے اقتباسات موجود نظر آتے ہیں۔

آپ کے کلام کی سب سے بڑی خصوصیت یہ ہے کہ اس سے تعلیم یافتہ طبقہ بھی لطف اندوز ہوتا ہے اور ناخواندہ بھی، آپ کے اشعار میں حقیقت، سچائی اور خوبصورتی جا بجا عیاں ہے۔ آج بھی عورتوں اور گھروں میں، کسان کھیتوں میں، بچے گلیوں کو چوں میں، صوفیاء خانقاہوں میں، حضرت بلھے شاہ کے کلام کو پڑھتے اور سُر دھنتے ہیں۔

آپ نے اپنی شاعری میں تصوف کے باریک نکات اور زندگی کے حقائق کو انتہائی دلکش اور لطیف پر میں پیش کئے ہیں۔ آپ کی شاعری کا اہم پہلو وہ ہے جس میں انہوں نے وحدۃ الوجود کا عقیدہ لوگوں کے سامنے پیش کیا تاکہ عوام کی زندگی تکلیفوں اور مصیبتوں کے باوجود اطمینانِ قلب پائے۔ آپ کل وجود کو ایک وحدت خیال کرتے ہیں۔ اسی تصور کو اپنے مرشد کی تقلید میں جو اسی مکتب فکر سے تعلق رکھتے تھے، آپ نے اظہار کیا ہے۔

حضرت خواجہ سلمان تونسویؒ کے ارشادات اور ملفوظات کا مجموعہ "نافع السالکین" میں لکھا ہے کہ حافظ شیرازی نے مسئلہ وحدت الوجود کو صوفیہ کی اصطلاحات کے پردہ میں بیان کیا ہے۔ اصطلاحات صوفیہ کے جانے بغیر حافظ کا کلام سمجھ میں نہیں آسکتا۔ نیز فرمایا کہ بلھے شاہ (بلاشاہ) شمشیر برہنہ کی مانند ہیں انہوں نے مسئلہ وحدت الوجود کو بے پردہ بیان کیا ہے۔ دوسرے عارفین نے مسئلہ مذکور کو عربی یا فارسی

زبان میں بیان کیا ہے۔ لیکن بلیغے شاہ (بلاشاہ) نے ہندی میں بیان کیا ہے۔ ہندی سے آپ کی مراد پنجاب کے عوام کی زبان ہے۔ اصل فارسی متن ملاحظہ کریں :-

” نیز فرمودند کہ حافظ شیرازی مسئلہ وحدت وجود را در پردہ اصطلاحات صوفیہ بیان نموده کہ بغیر دانستن اصطلاحات صوفیہ کلام دیوان حافظ مفہوم کسی نشود نیز فرمودند کہ بلاشاہ شمشیر برہنہ است کہ مسئلہ وحدت وجود را بغیر پردہ نمودہ دیگر عارفان مسئلہ مذکور را اور لغت عربی و فارسی بیان نمودہ و بلاشاہ در ہندی۔“

آپ کی شاعری میں پیار، محبت، امن، رواداری اور اطاعت کا پیغام ملتا ہے۔ آپ کے کلام میں بویح، رس، سوز اور تڑپ، لطافت، سادگی اور پاکیزگی پائی جاتی ہے۔ آپ کا کلام معرفت، حکمت، دانائی، عبرت اور حقائق سے بھی خالی نہیں۔

حضرت بلیغے شاہ کے کلام کا ایک ایک حرف اسرار الہی اور عشق حقیقی کا امین ہے۔ آپ کا کلام خدیویدرویشیوں کی خاص مجلسوں میں بڑے ادب و احترام کے ساتھ پڑھا جاتا ہے اور مست الست اور صاحب حال سکر چیخ اٹھتے ہیں۔ آپ کے ایک ایک مصرعے سے ان کے دلوں کے کئی حجابات اٹھتے ہیں اور کئی اسرار و رموز ظاہر ہوتے ہیں۔

حضرت خواجہ غلام فرید کوٹ سمن شریف کے ارشادات اور ملفوظات کا مجموعہ ”ارشادات فریدی“ کے نام سے طبع ہو چکا ہے اس کی جلد دوم ۵۵ صفحہ پر لکھا ہے کہ حضرت اکثر ادنیات چاچڑاں شریفہ میں عرس کے موقع پر قوالوں سے کافی حضرت بلیغے شاہ کی فرمائش کیا کرتے تھے ایک دفعہ قوالوں نے کافی ”اوس پڑتالی پنچاہوں بیہوں جس گت یار پنچاہیہ“ شروع کی تو حضرت خواجہ وجد میں آگے بہت زیادہ رقص و حبت فرمایا اور آپ کی ذات بابرکات کمال جوش و خروش ظہور میں آیا۔ سامعین حیران ہو گئے۔

اصل عبارت ملاحظہ ہو :-

” اکثر اوقات سرود و غیر لہائے از قوالان می شنیدند و بسیار وقت آنحضرت را وجد و سماع جوش تمام ظاری می شد۔ چنانچہ از ازاں جملہ یکے ایں است کہ وقتے در مجلس عرس بمقام چاچڑاں شریف بریں کافی ہندی میاں بلی شاہ صاحب (بلیغے شاہ) ع

”اوس پرتالی پختا ہوں مینوں جس گت یار نچا لیجے“۔۔۔۔۔ ازیں رقص و جہت و نمودند و جہنگی  
 در وقت کمال جوش ازاں ذات باہر کات بظہور میر سید۔۔۔۔۔ کہ حاضران را حیرت و اگر فتنہ بود،  
 حضرت بلھے شاہ نے حضرت شاہ عنایت قادریؒ کی وفات کے بعد اپنی باقی ماندہ عمر شاعری،  
 درویشی، فقیری، جذب اور سکر میں بسر کی،

حضرت بلھے شاہ کی صوفیانہ زندگی کو تین ادوار میں تقسیم کیا جاسکتا ہے، پہلا دور وہ  
 ہے جب آپ مرشد کی تلاش میں سرگرداں تھے اور تصوف کے مختلف اوجار کو سمجھنے کی  
 کوشش کر رہے تھے۔ کافی ملاحظہ ہو:-

دل لوچے ماہی یار نوں ! (۱)

اک مہیں مہیں گلاں کردیاں

اک روندیاں دھونڈیاں پھردیاں

کہو چھلی نسبت بہار نوں

دل لوچے ماہی یار نوں !

میں مہانی دھوتی رہ گئی

کوئی کندھ سمجھن دل پر گئی

بھاہ لاوے مار سنگار نوں

دل لوچے ماہی یار نوں

دوسرا دور ”فنائی اشیح“ ہونے کا زمانہ ہے جب مرشد کو آپ وسیلہ نجات سمجھتے تو انکا استنامہ حدنگاہ اور

نشان مزیل بن جاتا ہے، اس کی صورت میں خدا کا جلوہ نظر آتا ہے ان کے بغیر ہدایت اور انسانیت کی تکمیل

ممکن نہیں اور ان کا دامن پکڑ کر دین و دنیا میں سرخروئی حاصل ہوتی ہے۔ کافی ملاحظہ ہو:-

(۱) تیرا جیسا ہو نہ کوئی

ڈھونڈاں جھنگ پلا، روہی

ڈھونڈاں تال سارا جہاں

میں تیرے قربان ویٹے اور میرے

شاہ عنایت سائیں میرا  
 ہلے چھوڑ لگی لڑ تیرے  
 لائیاں دی نوح جان

میں تیرے قربان دیڑے اور میرے

(ب) جگھے شاہ! ایہ بات اشائے دی جھناں لگی تانگے نظارے دی

وس پٹی منزل و نجرے دی ہے یَدُ اللّٰهِ فَوْقَ اَیْدِنَا نُنْهَمُّ

مذکورہ اشعار کا مطلب یہ ہے کہ مرشدِ کامل کی ذات، ذاتِ الہی سے الگ نہیں کیونکہ اس کا ہاتھ اللہ کا ہاتھ ہے (اشارہ بیعت الرضوان کی طرف ہے)۔

تیسرا اور وہ ہے جب ان کا جذبہ بے پناہ اور عشق بیکراں ہو جاتا ہے اور وہ رسمی عقائد کی دیواریں توڑتے نظر آتے ہیں۔ اس دور کی شاعری نقطہ عروج پر پہنچ گئی۔

(ا) دو پڑے ہو رہے گھڑیاں اک اللہ اللہ دی گل

کچھ رولا پایا علماں کچھ کاغذوں پایا بھل

(مطلب) اور تو سب فضول باتیں ہیں، بات اگر کام کی ہے تو صرف ذکرِ الہی ہے، باقی ملاؤں نے

مختلفات پیدا کر رکھے ہیں اور کچھ کاغذوں (عبارتوں) اور کتابوں نے حقیقت کو چھپائے رکھا ہے۔ کام کی

بات صرف اللہ کا ذکر ہے۔ اس دوہے میں وحدت الوجود کے عقیدہ کی طرف اشارہ کیا گیا ہے کہ درحقیقت

قائم، دائم، ازلی اور ابدی وجود ذاتِ الہی کا ہی وجود ہے اور یہی دینِ حق ہے۔ باقی تمام کائنات کا وجود

فرضی اور بے اعتبار ہے۔ (ب)

(تحقیقی)

انساں پڑھیا علمِ تعقیقی اے

اوتھے اگر حرفِ حقیقی اے

ہو رہے سب و دیں اے

ایویں رولا پایا بہندی اے

منہ آئی بات نہ رہندی اے

آپ نے علم حقیقت اور علم معرفت کو علم یقین سے پڑھایا اور حقیقت یہ ہے کہ خدا کی قدرت

ہر جگہ موجود ہے۔ ”ہوالا اول ، ہوالا اخر ، ہوالظاہر ، ہوالباطن“ کی تفسیر ہے۔ دنیا کی تخلیق سے پہلے بھی اللہ کی ذات موجود تھی۔ دنیا کے ختم ہونے کے بعد بھی وہ ذات موجود رہے گی یہاں اور وہاں جو کچھ بھی ہے اللہ ہی کی ہر بانی ہے اور جو کچھ نظروں سے اوجھل ہے یا نہیں ہے وہ بھی اللہ ہی کا ہے۔

(ج) دوہڑا :- چل بٹھا! چل اوتھے چلیے، جتھے سارے اٹھے  
نہ کوئی ساڈی ذات پچھانے، نہ کوئی سانوں منے

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ میرے دوست میری قبا کے نیچے پوشیدہ ہیں۔ ان کو میرے بغیر اور میرے اولیاء کے بغیر کوئی شناخت نہیں کر سکتا۔

حضرت بٹھے شاہ فرماتے ہیں کہ میری رہائش ایسی جگہ پر ہے، جہاں کوئی شخص میری حقیقت حال سے واقف نہیں ہے اور میں اپنے اللہ کے ذکر و فکر میں مشغول رہتا ہوں اور لوگوں کا میری قدر و منزلت نہ کرنا میرے دل میں غرور اور تکبر پیدا نہیں ہونے دیتا۔

(۵) علموں بس کریں ادیار، اکو الف تیرے درکار

علم کے بارے حضرت بٹھے شاہ کا رویہ یہ نہیں کہ علم کو ختم کیا جائے یا علم سے رابطہ منقطع کیا جائے ان کا مقصد علم کی نفی نہیں بلکہ تشنگ اور زندگی سے منقطع فیہانہ اور فلسفیانہ موشکافیوں سے دور رہنا ہے وہ ایسے علم کے خواہاں ہیں جو شریعت و طہارت اور انسانی زندگی کی فلاح و بہبود سے علاقہ رکھتا ہو۔ اور زندگی میں اخوت اور مساوات کی روشنی پھیلا سکے جس سے عوام کی بھلائی اور بہتری ہو سکے۔

خالص علم یا علم برائے علم کی کبھی اور کسی مقام پر مخالفت نہیں کی، حضرت شاہ عنایت قادری آپ کے لئے علم ظاہری و باطنی کے بحر سیکھاں تھے جنہوں نے علم حقیقی اور معرفت کو علم اقلین سے پڑھا اور دوسروں کو سبق دیا۔ سید بٹھے شاہ اپنے مرشد کی اسی تعلیم و تربیت کے علمبردار ہیں۔

حضرت بٹھے شاہ کے جو مجموعے ہائے کلام اب تک شائع ہو چکے ہیں ان میں سے چند مشہور مجموعوں کی تفصیل جو دستیاب ہو سکی ہے حسب ذیل ہے :-

(۳) مجموعہ کلام

کافیاں حضرت بٹھے شاہ، سن طباعت ۱۸۸۲ء ناشر ملک ہیرا کشمیری بازار لاہور۔ اس کتاب میں مولف نے ۳۹ کافیوں کی تعداد بیان کی ہے لیکن کشتی کے مطابق ۴۴ ہیں کچھ کافیاں شاہ حسین کی بھی اس میں نادانستہ طور پر شامل ہو گئی ہیں (۲) قانون عشق، مولفہ حافظہ انور علی صدیقی

رہنکی پبلسٹری ڈسٹرکٹ جج۔ ۱۸۸۹ء ناشر اللہ والوں کی قومی دوکان کینٹنری بازار لاہور، دوسری اشاعت ۱۹۸۲ء۔ اس مجموعے میں کافیوں کی تعداد ۱۱۶ ہے لیکن دوہرے، اٹھوارہ، بارہاں ماہرہ گنڈھیاں اور سی حرفیاں اس میں موجود نہیں۔ حافظ صاحب نے آپ کی کافیاں بڑی تلاش اور تجسس سے جمع کی ہیں اور انکی شرح بھی لکھی ہے۔ قرآن شریف، حدیث اور اقوال بزرگانِ سلف سے ہر موقع پر شہادتیں بھی پیش کی ہیں یہ آپ کی عظیم خدمت ہے کہ آپ نے کچھ بھرتے ہوئے اشعاروں کو یکجا کیا۔ پھر انکو ترتیب دے کر اس کی شرح لکھ کر عوام کے سامنے پیش کئے (۳) کافی ہائے بلھے شاہ سن طباعت ۱۸۹۶ء مولفہ پریم سنگھ قصوری، اس مجموعے میں مولف نے ۱۳ کافیوں کے علاوہ تین سی حرفیاں، ایک اٹھوارہ، ایک بارہ ماہرہ اور ۴ گنڈھیاں شامل ہیں (۴) بلھے شاہ (انگریزی) سی ایف اسپورن ائی سی ایس، سن طباعت ۱۹۰۵ء اشاعت دوم ۱۹۶۶ء مطبوعہ لاہور، یہ مجموعہ چند کافیوں پر مشتمل ہے جنہیں اسپورن صاحب نے اپنے نقطہ نظر سے انتخاب کیا، کافیوں کے ساتھ حضرت بلھے شاہ کے کچھ نامکمل ابتدائی حالات بھی درج کئے ہیں۔ اس کتاب کا اردو ترجمہ ضیاء الدین برنی نے کیا، طباعت ترجمہ ۱۹۲۰ء ناشر محبوب المطابع دہلی۔ یہ کتاب دستیاب نہیں ہو سکی (۵) کلیات بلھے شاہ سن طباعت ۱۹۶۰ء تالیف ڈاکٹر فقیر محمد مرحوم پنجابی ادبی اکیڈمی لاہور۔ اس مجموعہ میں بلھے شاہ کی ۱۵۶ کافیاں ہیں۔ ان کافیوں کے علاوہ دوہرے گنڈھیاں، سی حرفیاں، اٹھوارہ اور بارہ ماہرہ بھی شامل ہیں (۶) کافیاں بلھے شاہ جمعہ منظم از دو ترجمہ سن طباعت ۱۹۶۵ء مولف و مترجم عبدالمجید بھٹی ناشر لوک ورثہ کا قومی ادارہ ایف ۴/۱۰-۱۱۔ اسلام آباد پاکستان۔ اس کتاب میں ۹۴ منتخب کافیوں کا ترجمہ پیش کیا گیا ہے۔

(۷) پنجابی صوفی پوسٹس (انگریزی) سن طباعت ۱۹۳۳ء تالیف ڈاکٹر لاجپتئی رام کرشنا اس کتاب میں چند کافیوں کا انگریزی ترجمہ مع تبصرہ و تنقید اور حالات پیش کئے گئے ہیں (۸) بلھے شاہ (انگریزی) سن طباعت ۱۹۸۲ء مرتبہ سی ایف اسپورن، کے آر لاجپتئی، اے آر لوہر، ناشر شیخ مبارک علی لوہاری دروازہ لاہور۔ یہ مجموعہ چند کافیوں پر مشتمل ہے۔ کافیوں کا انتخاب ان کا اپنا نقطہ نظر ہے۔ کافیوں کے علاوہ بلھے شاہ کے کچھ ابتدائی حالات بھی ملتے ہیں (۹) بانع اولیائے ہند

تالیف محمد امین پنجابی نظم (اردو رسم الخط) میں ہے۔ اس میں حضرت شاہ عنایت قادری اور سید بلھے شاہ کے مختصر حالات درج ہیں۔

حضرت بلھے شاہ کی کافیوں کے جو نسخے دستیاب اور قابل ذکر ہیں ان میں کافیوں کی تعداد فریقوں کے ساتھ ۳۹ سے لے کر ۵۶ تک یا کچھ زیادہ پہنچ جاتی ہے۔ ہر مرتب نے کوشش اور جانفشانی کے ساتھ مختلف مقامات سے کافیاں جمع کی ہیں۔ یہ کہنا درست نہیں کہ تمام کی تمام کافیاں حضرت بلھے شاہ کی ہیں ان میں کمی بیشی ہے اس لئے کوئی نسخہ حضرت بلھے شاہ کی زندگی میں مرتب نہیں ہوا، جو مستند ہو مگر بھی بھی جو کافیاں دستیاب ہیں وہ مقتدر لوگوں کی یادداشتوں سے علمی بیاضوں سے، عقیدتمندوں اور قوالوں سے سُنکر جمع کی گئی ہیں۔ اور کتابی صورت میں پیش ہیں۔

مذکورہ بالا مجموعوں کے علاوہ چند اور مجموعوں کا بھی علم ہوا ہے جو مختلف زبانوں میں جرمن، لٹوی اور امریکہ کے علمی اور ادبی ادارے شائع کر رہے۔ تاحال کوئی کتاب پاکستان میں دستیاب نہیں ہو سکی جس کا ذکر کیا جائے بلکہ یہ علم ہوا ہے کہ غیر ملکی علمی اور ادبی ادارے حضرت بلھے شاہ کی شاعری پر تحقیقی کام کر رہے ہیں۔

# حضرت بلکھے شاہ کا وصال اور مزار مبارک

① تاریخ وفات مفتی غلام سرور لاہوری اپنی مشہور کتاب خزینۃ الاصفیاء جس پر بھی مورخ اور تذکرہ نویس اعتماد کرتے ہیں اور مشہور مشرق پر وفیسر اے جے آر بری نے اس کتاب کی تعریف میں یہاں تک لکھ دیا ہے کہ یہ صوفیائے کرام کا پہلا تذکرہ ہے جو سائنٹیفک طریقہ پر لکھا گیا ہے۔ اس میں آپ کی تاریخ وفات ۱۱۶۱ھ (مطابق ۱۷۵۶ء) لکھی ہوئی ہے۔

بقول اسدورن حضرت بلکھے شاہ نے ۱۱۶۶ھ تا ۱۱۶۸ھ مطابق ۱۷۵۳ء میں وفات پائی ان دونوں حضرات نے اس بارے کسی ماخذ کا ذکر نہیں کیا۔ ان کے علاوہ ڈاکٹر لاجپوتی آپ کے کی تاریخ وفات ۱۷۵۸ء (مطابق ۱۱۶۲ھ) بیان کی ہے۔ پنجابی زبان و ادب کے تاریخ کے مولف عبدالغفور قسری نے بیان کرتے ہیں ”مخبر آپ شاہ عنایت دی گدی دی سال تک خدمت کر دے ۱۱۶۱ھ مطابق ۱۷۵۶ء نوں اپنے مرشد نال جاملے“ مولانا بخش گشتہ نے اپنی تالیف پنجابی شاعراں و تذکرہ میں آپکا سن وفات ۱۱۶۱ھ لکھا ہے۔ پروفیسر ضیاء محمد یادگار وارت میں لکھتے ہیں ”حضرت بلکھے شاہ نے ۱۱۶۱ھ میں وفات پائی مگر نامعلوم کتنی عمر میں“۔ ان تینوں حضرات نے مفتی صاحب کا محرمہ سال وفات ہی نقل کرنے پر اکتفا کیا ہے۔ تحقیق نہیں کی اور محض نقل کرنے میں اپنی برہمیت سمجھی ہے حضرت بلکھے شاہ کی صحیح تاریخ وفات کسی مستند ذریعہ سے معلوم نہیں ہو سکی اور ۱۱۶۱ھ سال وفات تصور ہو رہا ہے۔

اس ضمن میں اور ٹیٹل کان پنجاب یونیورسٹی کے پرنسپل خان بہادر ڈاکٹر محمد شفیع نے اپنے تحقیقی مقالہ میں جو انہوں نے پنجاب یونیورسٹی کے اجلاس منعقدہ ۱۲/۲۲ اپریل ۱۹۳۹ء میں پڑھا جسکی



رو سے ۱۱۸۱ھ میں حضرت بلکھے شاہ کے بقیہ حیات ہونے کا ثبوت ایک اجازت نامہ کا حوالہ دے کر دیا گیا جو آپ نے حافظ خان محمد کے حق میں تحریر کیا اور اس پر اپنی چہر ثبت کی۔

چہر کا نقش حسب ذیل ہے :-



متذکرہ بیان کی روشنی میں کہا جاسکتا ہے کہ آپ کی وفات ۱۱۸۱ھ یا بعد ہوئی ہوگی تا حال کوئی معاصر سند دستیاب نہیں ہو سکی۔

④ مزار مبارک | آپ کا مزار قصبہ قصور میں جو اب ضلع کی حیثیت رکھتا ہے ٹیلی ریلوے روڈ پر واقع ہے۔ آپ کی درگاہ زیارت گاہ خاص و عام ہے آپ کا عرس ہر سال شمسی ماہ بھادوں میں جو چاند نظر آئے۔ اسکی ۱۱-۱۲ تاریخ کو قصور میں منعقد ہوتا ہے۔ کبھی کبھی اس تاریخ میں تقدیم و تاخیر بھی ہو جاتی ہے۔ عرس سے چند روز قبل دربار کے قرب و جوار میں دو کانیں لگنا شروع ہو جاتی ہیں۔ لوگوں کے ہجوم سے سڑکیں پر رونق ہو جاتی ہیں اور ہر آدمی اپنی ضروریات کے مطابق خرید و فروخت کرتا ہے۔ ذکر و سماع کی مجالس منعقد ہوتی ہے۔

مزار پر بے شمار حجت کے چراغ روشن ہوتے ہیں اور ہر جگہ نورانی دکھائی دیتی ہے۔ قوال آپ کی کافیوں کو گاتے ہوئے انہیں خراج عقیدت پیش کرتے ہیں۔ ملک بھر کے مشہور قوال حاضری دیتے ہیں اور اپنے اپنے فن کے جوہر دکھاتے ہیں۔ پھر دستار فضیلت سے سرفراز ہوتے ہیں۔ ہر روز کوئی نہ کوئی طبل یا سازنگی نواز آپ کے مزار پر بیٹھ کر آپ کی روح کو آپ ہی کا کلام سنانا رہتا ہے۔ اللہ کا یہ سچا عاشق وفات کے بعد بھی اپنے ذوق کو پورا کر رہا ہے۔

عرس کے ایام کے علاوہ مزار پر ہر روز خاص کر جمعرات کو ہزاروں طالبان ہدایت کا سہ گدائی لئے دروازہ گرمی کر رہے ہیں اور نور علم و معرفت سے اپنے کشکول بھر لوہ کر کے واپس جا رہے ہیں۔ لیکن اس درگاہ سے کوئی شخص تشنہ کام واپس نہیں لوٹتا۔

علاوہ ازیں میلاد و درود خوانی بھی ہوتی ہے۔ رات کو بعد از نماز عشاء بڑے اہتمام سے میلاد خوانی ہوتی ہے۔ شہر کی تمام نعت خوان جماعتیں حاضر ہوتی ہیں۔ اکثر اوقات تمام رات مجلس میلاد برپا رہتی ہے۔ جس طرح زندگی میں حضرت بابا بلکھے شاہ کی فیض رسائی مدت العمر جاری رہی اسی طرح آپ کے

وصال کے برسوں بعد آج تک آپ کے مراد سے لوگ بلا امتیاز مشرب ولت اپنی عقیدت و نیاز کی حد تک فیض یاب ہو رہے ہیں۔

### ۳ مناقب و فضائل

مصفتی غلام سرور لاہوری خزینۃ الاصفیاء میں یوں رقمطراز ہیں۔ "شیخ بود عابد و زاہد و صاحب جذب و سکر و عشق و محبت و وجد و سماع، اور توحید سخنان بلند و تقاریر ارجمند داشت۔ و اشعار و سبزبان پنجابی کہ مملو از تعارف و توحید اند، زبان زد خواص و عوام اند و کافی ہائے مجوزہ، و سے در مجالس اصفیاء قوالاں می خوانند کہ موجب زیادتی شوق و ذوق میگردد، و خوارق و کرامت بسیار از وی نقل می کنند۔"

حضرت بگٹھے شاہ عابد و زاہد تھے اور صاحب جذب و سکر و عشق و محبت و وجد و سماع تھے۔ توحید میں بلند مرتبہ کلام اور ثنائی تفسیریں کرتے تھے۔ انکے پنجابی اشعار معارف و توحید سے پر ہیں۔ خاص اور عام لوگوں کی زبان پر ہیں۔ انکی کافیوں کو قوال صوفیاء کی مجلسوں میں گاتے ہیں اور سننے والوں کا ذوق و شوق ان سے بڑھتا ہے ان کے حوارق و کرامتیں زبان زد خلائق ہیں اور بیان کی جاتی ہیں۔ آپ کا کلام اپنے مرشد کے خیالات و نظریات کا ائینہ ہے جسکا آپ نے دل کی گہرائیوں سے اظہار کیا۔ آپ سچے صوفی سچے انسان، ابدی حیاتی کے ترجمان تھے۔ آپ کی شاعری صرف ذہن کو ہی نہیں بلکہ انسان کے دل اور روح کو متاثر کرتی ہے۔ آپ نے صرف کافی کو وسعت دی۔ آپ سے قبل حضرت شاہ حسین اس صنف کے بانی تھے اور سند کا درجہ رکھتے ہیں۔

حضرت بگٹھے شاہ کی عظمت اور آپ کے کلام کے پر تاثر ہونے کا اندازہ ڈاکٹر لاجپتی رام کرشنا کی کتاب پنجابی صوفی پوئیس کے اس اقتباس سے بھی ہو سکتا ہے جسکا اردو ترجمہ یہ ہے:-

"وہ شخص تسلیم کرتا ہے کہ بگٹھے شاہ پنجاب کا سب سے بڑا صوفی شاعر تھا۔ شہرت اور ناموری میں کوئی اور پنجابی صوفی شاعر ان کی برابری کا دعویٰ نہیں کر سکتا۔ آپ کی کافیاں بے نظیر، ہر دلعزیز اور پسندیدہ ہیں۔ حقیقت تو یہ ہے کہ حضرت بگٹھے شاہ دنیا کے عظیم ترین صوفیاء میں سے ہیں اور تخیل میں وہ جلال الدین رومی اور شمس الدین تبریزی کے ہم پلہ ہیں۔"

ہندو بھی آپ کے عقیدت مند تھے۔ درشنی نامہ ایک ہندو فقیر تھا جو آپ کا مرید صادق تھا۔ اس نے آپ کے نام پر ایک سی حریفی تصنیف کی ہے جو اب سی حریفی بگٹھے شاہ کہلاتی ہے اس میں

اکثر الفاظ ہندی بھاشنکے ہیں جو ہندو فلاسفی کی توجہ جانی کرتے ہیں اور یہ ظاہر کرتے ہیں کہ یہ کسی ہندو فقیر شاہ کی تصنیف ہے۔ اشعار ملاحظہ فرمائیے۔

(۱) لطف اپنے آپ نوں کچھ پہلے کی دست سے تیرا روپ پیارے

باہج اپنے آپ دے سہی کیتے زمین و چوہ و سورت دیکھ بھانے

(۲) ہور لکھ اپاؤ نہ سکھ ہووے پچھ ویکھ سیانڑے جگ سہارے

ست روپ اٹھند چتن میں توں بلھے شاہ پکارے وید چارے

آپ صاحب تصرف تھے، نافع الساکین و سچیں لکھا ہے کہ جب حضرت بلھے شاہ

## تصرفات

حاجی ہانس کے علاقہ میں تشریف لائے جو کہ آپ کے مریدوں میں سے تھے۔ تو حاجی

مذکورہ کہنے لگا کہ آج رات آپ مجلس سماع منعقد کریں جس میں آپ کے درویش کافیاں پڑھیں

میں بھی شریک مجلس ہوں گے۔ حضرت بلھے شاہ نے مجلس کی تیاری کی، حاجی مذکور بھی مجلس میں آیا۔ اہل

ذوق پر وہ بد و حال طاری ہوا اور اصحاب ذوق و شوق رقص میں آگئے۔ دوسرے روز حاجی ہانس

نے نقالوں کو کہا کہ ویسی نقل کرو جیسے رات کو درویشوں کی حالت تھی۔ اس بات کی خبر حضرت

بلھے شاہ کو بھی لوگوں نے کر دی کہ حاجی ہانس آپ کی حالت کی نقل کرانا ہے۔ اس سے آپ کو بہت

دکھ ہوا۔ اس رنجیدگی کے باعث جتنے لوگ حاجی ہانس میں مقیم تھے، سب تباہ و برباد ہو گئے۔

فارسی متن ملاحظہ کریں :-

”حضرت قبلہ عالم (خواجہ محمد سلمان تونسوی) میاں محمد بخش را گفتند تو کو دوک مہتی از من

و کایت حال بشنو کہ چون یلاہ شاہ قدس سرہ در ملک حاجی ہانس آمدند و او از مریدان حضرت بلاہ شاہ

بود عرض داشت کہ در کہ امشب مجلس کنید و درویشان کافی ہائے بگویند من ہم داخل مجلس شوم حضرت بلاہ

شاہ مجلس کرد حاجی مذکور ہم داخل مجلس شد و درویشان کہ صاحب ذوق و شوق بودند در رقص و حالت و

و بعد از آمدند چوں روز شد حاجی ہانس نقالوں را طلب نمود و گفت کہ نقل کنید چنانچہ در شب درویشان

را حالت شدہ است بعدہ بلا شاہ را اطلاع و خبر کردند کہ بر حالت شما حاجی مذکور نقل گردانیدہ است

بلاہ شاہ بسیار بخشن نمودند چنانچہ تمام مردان کہ ملحق حاجی ہانس بود خراب و عوارث شدند۔“

اس بارے حافظ انور علی ریس کی مؤلف قانون عشق لکھے ہیں کہ میں نے اس مقام کو دیکھا ہے اب اسکو

”ملکان لانس“ (کبیر والہ) پکارتے ہیں جو پاک تین شریف کے نزدیک واقع ہے اور ابھڑا ہوا ہے۔ دریافت کرنے پر لوگوں نے کہا کہ یہ بستی حضرت بلکھے شاہ کی بددعا سے ویران ہوئی۔

ہرا کر عاشق شد جمال ذات او

ہست سید جملہ موجودات او

ترجمہ:۔ جب وہ اپنے محبوب حقیقی کی محبت اور اس کے جمال کے نظارہ میں مست ہو جاتا ہے تو مخلوق و موجودات میں اسے سرداری اور بلندی کا مقام حاصل ہے۔

اگرچہ یہ تذکرہ مائل بہ اختصار ہے لیکن طالبانِ راہِ طریقت اس مختصر جائزہ سے بھی اس قدر خاطر ہو سکتے ہیں اور مزید تحقیق کی راہیں کھل سکتی ہیں اور اپنے خدا داد علم و فضل کی بدولت ایک عالی شان اور نلک بوس عمارت تیار کر سکتے ہیں۔

خادم الفقراء  
میاں اخلاق احمدی عنہ  
(کاچھو)

۳۳۳ شاہد باغ  
لاہور  
یکم مارچ ۱۹۸۴ء

# حضرت سید بلکھ شاہ کا شجرہ طریقت

(سلسلہ شطاریہ)

حضرت سید بلکھ شاہ قصوری، ابوالمعارف حضرت شیخ حافظ محمد عنایت اللہ قادری قصوری ثم لاہوری کے مرید و خلیفہ تھے اس سلسلہ کے بزرگوں کے اسمائے گرامی بہ ترتیب حسب ذیل ہیں:-

- (۱) حضرت سید عبداللہ شاہ عرف بلکھ شاہ قصوری رحمۃ اللہ علیہ (۲) حضرت شیخ حافظ محمد عنایت اللہ المعروف بہ حضرت شاہ عنایت قادری رحمۃ اللہ علیہ (۳) حضرت شیخ شاہ محمد رضا قادری لاہوری رحمۃ اللہ علیہ (۴) حضرت شیخ قاضی محمد فاضل لاہوری رحمۃ اللہ علیہ (۵) حضرت شیخ الہ داد قادری اکبر آبادی رحمۃ اللہ علیہ
- (۶) حضرت شیخ محمد جلال رحمۃ اللہ علیہ (۷) حضرت شیخ سید نور رحمۃ اللہ علیہ (۸) حضرت شیخ زین العابدین ہشتی رحمۃ اللہ علیہ (۹) حضرت شیخ عبدالغفور رحمۃ اللہ علیہ (۱۰) حضرت شیخ وجہ الدین علوی بکراتی رحمۃ اللہ علیہ (۱۱) برہان العارفین حضرت شیخ محمد غوث گوایاری رحمۃ اللہ علیہ (۱۲) حضرت شیخ ظہور حاجی حمید الدین (حصور) رحمۃ اللہ علیہ (۱۳) حضرت شیخ ابوالفتح ہدایت اللہ مدرسہ رحمۃ اللہ علیہ (۱۴) حضرت شیخ محمد علاء عرف شیخ قاضی منیری رحمۃ اللہ علیہ (۱۵) حضرت شیخ عبداللہ شطاری رحمۃ اللہ علیہ (۱۶) حضرت شیخ محمد عارف رحمۃ اللہ علیہ (۱۷) حضرت شیخ محمد عاشق بن شیخ خدائی
- (۱۸) حضرت شیخ محمد خدائی ماوراء النہر رحمۃ اللہ علیہ (۱۹) حضرت شیخ ابوالحسن خرقانی رحمۃ اللہ علیہ (۲۰) حضرت خواجہ ابوالمظفر مولانا نذیر طوسی رحمۃ اللہ علیہ (۲۱) حضرت خواجہ اعجاز یزید عشق رحمۃ اللہ علیہ (۲۲) حضرت خواجہ محمد مغربی رحمۃ اللہ علیہ (۲۳) سلطان العارفین حضرت خواجہ بایزید سلطانی رحمۃ اللہ علیہ (۲۴) حضرت سیدنا امام جعفر صادق علیہ السلام (۲۵) حضرت سیدنا امام محمد باقر علیہ السلام (۲۶) حضرت سیدنا امام زین العابدین علیہ السلام (۲۷) سید الشہداء حضرت امام حسین علیہ السلام (۲۸) حضرت امیر المومنین علی ابن ابی طالب کرم اللہ وجہہ الکریم (۲۹) رسول اقلین نبی الحرمین احمد مجتبیٰ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔

## حضرت سید بلکھ شاہ کا شجرہ طریقت (سلسلہ قادریہ)

- (۱) حضرت سید عبداللہ شاہ عرف بلکھ شاہ قصوری رحمۃ اللہ علیہ (۲) حضرت شیخ حافظ محمد عنایت اللہ المعروف بہ شاہ عنایت قادری رحمۃ اللہ علیہ (۳) حضرت شیخ محمد رضا شطاری لاہوری رحمۃ اللہ علیہ

- (۴) حضرت شیخ برہان الدین برہان پوری رازا الہی رحمۃ اللہ علیہ (۵) قطب العالم حضرت شیخ عیسیٰ ہندی رحمۃ اللہ علیہ (۶) شاہ شکر حضرت شیخ محمد عارف رحمۃ اللہ علیہ (۷) برہان المعارفین حضرت شیخ محمد غوث گوالیاری رحمۃ اللہ علیہ (۸) حضرت شیخ ظہور حاجی حمید الدین حضور رحمۃ اللہ علیہ (۹) حضرت شیخ ابوالفتح ہدایت اللہ سرمست رحمۃ اللہ علیہ (۱۰) حضرت شیخ محمد علاء المعروف بہ شیخ قاض منیری رحمۃ اللہ علیہ (۱۱) حضرت شیخ عبدالوہاب رحمۃ اللہ علیہ (۱۲) حضرت شیخ عبدالرؤف رحمۃ اللہ علیہ (۱۳) حضرت شیخ محمود رحمۃ اللہ علیہ (۱۴) حضرت شیخ عبدالغفار صدیقی رحمۃ اللہ علیہ (۱۵) حضرت شیخ محمد حسینی رحمۃ اللہ علیہ (۱۶) حضرت شیخ علی حسینی رحمۃ اللہ علیہ (۱۷) حضرت شیخ جعفر احمد حسینی رحمۃ اللہ علیہ (۱۸) حضرت شیخ ابراہیم حسینی رحمۃ اللہ علیہ (۱۹) حضرت شیخ عبداللہ حسینی رحمۃ اللہ علیہ (۲۰) حضرت شیخ عبدالرزاق رحمۃ اللہ علیہ (۲۱) محبوب سبحانی قطب ربانی شیخ المشائخ غوث الاعظم حضرت شیخ سید محی الدین ابو محمد عبدالقادر جیلانی ابن ابی صالح جیلانی رحمۃ اللہ علیہ (۲۲) قطب الاقطاب حضرت شیخ ابو سعید بن مبارک مخزومی رحمۃ اللہ علیہ (۲۳) حضرت شیخ ابوالحسن علی القرشی رحمۃ اللہ علیہ (۲۴) حضرت شیخ یوسف طاطوسی رحمۃ اللہ علیہ (۲۵) حضرت شیخ احمد عبدالعزیز عینی رحمۃ اللہ علیہ (۲۶) حضرت شیخ ابوالقاسم عباس احمد عینی رحمۃ اللہ علیہ (۲۷) حضرت شیخ ابوبکر عبداللہ شبلی رحمۃ اللہ علیہ (۲۸) حضرت خواجہ بنیاد بغدادی رحمۃ اللہ علیہ (۲۹) حضرت خواجہ ہری سقظی رحمۃ اللہ علیہ (۳۰) حضرت خواجہ معروف کنھی رحمۃ اللہ علیہ (۳۱) حضرت سیدنا امام موسیٰ علی رضا علیہ السلام (۳۲) حضرت سیدنا امام موسیٰ کاظم علیہ السلام (۳۳) حضرت سیدنا امام جعفر صادق علیہ السلام (۳۴) حضرت سیدنا امام محمد باقر علیہ السلام (۳۵) حضرت سیدنا امام زین العابدین علیہ السلام (۳۶) حضرت سیدنا امام حسین علیہ السلام (۳۷) حضرت سیدنا امیر المؤمنین علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم (۳۸) رسالت پناہ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم۔

احقر

میاں اخلاق احمد

(۱) حوالہ جات (۱۱۱) توضیحات (۱۱۱) احوال بعض رجال واماکن مذکورہ در تذکرہ

### حرف اول

۱۔ عبدالقادر بدایونی: منتخب التواریخ ص ۳۱۶ (اردو ترجمہ)

۲۔ بیان کرتے ہیں حضرت شیخ عبداللہ عیاشیؒ حضرت شیخ ابراہیم کردکی الشطارہی کے ہم جلسہ تھے اور انکی صحبت سے فیض یاب ہوئے آپ صاحبِ تصرف، مظہرِ خوارق و کرامات، اہلِ ذوق و سکر و جذب اور صاحبِ حال تھے نسلۃ شطارہ یہ کوفروغ دیا (تفصیل انسان العین فی مشائخ العربین ص ۷) تصنیف حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ ملاحظہ فرمائیے

### باب اول

۱۔ سبجان رائے خلاصۃ التواریخ (فارسی) ص ۶۳ ۲۔ نور احمد مولوی چشتی بتحقیقات چشتی ص ۴۹

۳۔ امیر خسرو: مثنوی قرآن السعیدین ص ۱۵ (مقدمہ) ص ۶۴ (علی گڑھ ۱۹۱۸ء)

۴۔ کوٹ معنی قلعہ ۵۔ علی الدین مفتی: عبرت نامہ حصہ اول ص ۸۶

۶۔ مفتی تاج الدین کے والدین سوہدرہ اسپا کوٹ کے رہنے والے تھے لاہور تشریف لائے اور رنگ زیب کے عہد میں بعہدہ قضائے لاہور و دہلی سرفراز ہوئے "خانی" کا خطاب پایا، دس ہزار روپیہ جاگیر اور حساب پانچ روپے فی صد ہر ایک مقالہ بیع و رہن و عہدہ و تملیک وغیرہ مقرر تھا، سکھوں کے عہد میں کوئی جاگیر اس گھرانے کے پاس نہ رہی مگر لقب اور عہدہ برقرار رہا، دیوان امرتاختہ نے ظفر نامہ رنجیت سنگھ (ضلع لاہور ص ۸) پر ابتدائے عہد چہار اجر رنجیت سنگھ میں قاضی نظام الدین کے قاضی لاہور مقرر ہونے کا حال بیان کیا ہے اسی طرح رائے بہادر کنہیا لال تاریخ لاہور ص (۵۳) پر خاندان قاضیاں لاہور کے عنوان سے اس گھرانے کے چند افراد کا ذکر کیا ہے جن میں مفتی تاج الدین بھی شامل ہیں۔ انگریزی عہد میں بجائے حیر قضا خانہ کے صیغہ رجسٹری مقرر ہوا تو انکا آبائی کام ختم ہو گیا۔ تاریخ کے لحاظ سے سن ۱۴۸۲ء غلط ہے سن ۱۵۲۵ء یا بعد ہونا چاہئیے۔

۷۔ تاریخ ضلع لاہور (قدیم لاہور) ص ۴۹ و اولیاء قصور ص ۲۰۴ از ڈاکٹر مولوی محمد شفیع صاحب

اور پینٹیل کانج میگزین ماہ نومبر ۱۹۴۳ء ۹۔ ایمر سہیل گزٹیئر ۱۴۹-۱۷۷

۱۰۔ اسلامک لیجر جولائی ۱۹۲۹ء مقالہ از مولوی محمد شفیع ڈاکٹر مرحوم (استفادہ)

۱۱۔ پیر و توشوریانی قدس سرہ، آپ قطب الاقطاب اور غوث الاحباب تھے۔ "تواریخ افغانی" میں درج ہے کہ آپ شروع جوانی میں تلاشِ مرشد میں بہت پھرے کہیں تسلی نہ ہوئی۔ آخر خراسان کے قصبہ چشت میں تشریف لائے جہاں شیخ الاسلام خواجہ مودود چشتیؒ نے علم ہدایت بلند کیا ہوا تھا۔ ۳۰ سال انکی خدمت میں رہے پھر فرقہ خلافت پایا۔

وطن واپس تشریف لائے، رشد و ہدایت و اشاعت دین اسلام میں مشغول ہو گئے۔ بہت سے خوشگئی جن کا قصور میں قیام تھا۔ آپ کے حلقہ ارادت میں شامل ہو گئے آپ فرماتے ہیں جو طریقہ ما (خارجکان چشت) سے رگشتہ ہوا جہاں گیا در فیض اس پر مسدود ہوا، آپ سلسلہ چشت کے اکابر بزرگوں میں سے تھے جن کا فیض مدت مدید تک قصور میں جاری رہا خوشگئی آپ کو کہتے ہیں۔ ”پیر کبار“ (ماخذ اخبار الاولیاء بحوالہ اولیاء قصور از مولوی محمد شفیع ڈاکٹر مرحوم)

۱۲۔ حضرت شیخ کمال چشتی تھے۔ آپ مشائخ مقتدرین میں سے ہیں۔ چشتی سلسلہ سے منسلک تھے۔ اس سلسلہ کو فروغ دیا جب قصور راجہ رائے سنگھ کی جاگیر میں مقرر ہوا اور راجہ کو اس مقام کی آب و ہوا پسند آئی اور قصور میں قیام کرنا چاہا۔ حضرت شیخ کی قبر مبارک جو ایک بلند مقام (ٹیلہ) پر تھی، مقام کی بلندی کی وجہ سے قلعہ کی وہاں بنیاد رکھی، قبر مسامہ ہو گئی جب عمارت تیار ہوئی تو قبر کے مقام پر منہدم ہو گئی کئی بار ایسا واقعہ پیش آیا۔ راجہ ڈیکھا اور اس نے قبر پہلے کی طرح بنا دی۔ حضرت شیخ کمال چشتی صاحب کشف و کرامات تھے۔ بیان کرتے ہیں کہ آپ حضرت بابا فرید گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ

کے رشتہ داروں میں سے تھے۔

۱۳۔ حافظ غلام مرتضیٰ رحیم آپ عالم دین، عاقل قرآن، جید نقیبہ اور عظیم محدث تھے آپ کو منطق، فلسفہ، اسماء الہیہ، صرف و نحو، شعر و ادب، غرض کہ تمام علوم متداولہ پر کمال عبور حاصل تھا۔ آپ کے درس کی اس قدر شہرت تھی کہ برصغیر کے کونے کونے سے تشنگان علم کی ایک بڑی تعداد قصور کھینچتی چلی آتی تھی اور وہ اسلام کی تبلیغ و اشاعت کے جذبے سے اپنے سینے معمور کر کے واپس جاتے۔ درس و تدریس کی شہرت کا انداز اس سے لگایا جاسکتا ہے کہ پنجابی زبان کے شیکسپیر اور میرزا بھاکے خالق پر وارث شاہ اور مشہور صوفی شاعر گلشن شاہ آپ کے شاگردوں میں سے تھے، یہ اس مرد خدا کا گاہ کا فیض نظر تھا یا اس کی تعلیم و تربیت کا اعجاز تھا کہ یہ دونوں شاگرد آج بھی آسمان شہرت پر درخشندہ تابندہ ستاروں کی مانند چمک رہے ہیں۔

آپ کی زندگی میں پنجاب میں سکھ گردی کا دور شروع ہو چکا تھا، ہر طرف لوٹ مار، قتل و غارت، افتراق و انتشار اور بد امنی پھیلی ہوئی تھی، یہ سب آسٹوب زمانہ تھا، آپ نے طلباء اور مریدین میں ہجرت کا اعلان کر دیا اور پشاور کیلئے رخت سفر باندھا، حافظ رشید خاں پشاور می بھی شریک قافلے ہوئے۔ پشاور میں آپ نے دو سال قیام کیا، دو سال کے بعد اپنے خالق حقیقی سے جا ملے جس مبارک کو قصور میں لاکر دفن کیا گیا، اور مریدوں کو نصیحت فرماتے تھے کہ حکام شریعت کی پوری پابندی کی جائے۔

آپ کی وفات کے بعد آپ کے صاحبزادہ حافظ غلام مرتضیٰ احمد مسند خلافت پر فائز ہو کر درس و تدریس کا سلسلہ جاری رکھا۔ ۱۴۔ وارث شاہ کاشا بھکار ”بمیر“ ہے۔

۱۵۔ بھٹے شاہ کی عظیم یادگار انکی کافیاں ہیں جو اپنے پروردگار کی تعلیم و تربیت کا ائینہ ہیں۔ آپ کی کافیاں کا مجموعہ آپ کی زندگی میں مرتب نہیں ہو سکا بلکہ آپ کی وفات کے کئی سال بعد مرتب ہوا۔ یہ کہنا درست نہیں کہ تمام کی تمام



کاٹیاں حضرت بٹھے شاہ کی ہیں یا کم و بیش ہیں۔

## باب - ۲

۱۔ نواب عبدالصمد ویر جنگ سیف الدولہ: آپ اورنگ زیب عالمگیر کے عہد میں ۱۱۲۱ھ (۱۷۰۷ء) میں بخار سے حضرت ایشاں کے مزار کی زیارت کے لئے تشریف لائے تھے۔ آپ حضرت خواجہ عبداللہ احرار نقشبندی المتوفی ۸۹۵ھ کی اولاد اجماد سے تھے۔ حضرت ایشاں (خواجہ فاؤنڈر محمود لاہوری) کی نانی صاحبہ نواب مذکور کے مورث اعلیٰ حضرت علیہ السلام احرار کی پوتی تھیں۔ اس لحاظ سے انہیں حضرت ایشاں سے نسبتی تعلق تھا۔ اور مزار اقدس پر تشریف لائے۔ اپنی اقامت اور حضرت ایشاں کے قرب و جوار میں پسند کی۔ (ماخذ میرمنو کے دادا اعتماد الدولہ محمد امین خاں کی بیاض مجموعہ شیرانی نمبر ۲۴، ۲۵) یونیورسٹی لاہور) آپ کے چچا کا نام خواجہ زکریا تھا جس کی دو لڑکیاں تھیں ایک لڑکی آپ سے منسوب ہوئی اور دوسری اعتماد الدولہ محمد امین خاں بہادر کے گھر میں تھی۔ علم و فضل کے ساتھ صاحب سیف بھی تھے۔ کچھ عرصہ لاہور میں قیام کیا پھر وہلی چلے گئے۔ بادشاہ نے ازراہ قدر دانی افواج پنجاب کا سپہ سالار بنا دیا۔ ۱۷۱۸ء میں فرخ سیر کے عہد میں ہندوستان کو جس نے سکھوں کو اپنے ساتھ ملا کر پنجاب میں قتل و غارت کا بازار گرم کیا ہوا تھا، گرفتار کر کے وہلی پہنچا دیا۔ بادشاہ نے خود ہو کر ویر جنگ سیف الدولہ کا خطاب دے کر لاہور کا ناظم مقرر کیا۔ حضرت ایشاں کے قرب میں ایک بستی اپنی زوجہ بیگم کے نام پر آباد کی، جو بیگم پیدہ (لاہور) کے نام سے مشہور ہے۔ اسی مقام پر گورنر ہاؤس مقرر کیا۔

۲۔ نواب زکریا خان بہادر: نواب سیف الدولہ عبدالصمد خاں کا لڑکا تھا۔ باپ کے مرنے کے بعد لاہور کی صوبیدار کے ساتھ ملتان کی صوبیداری بھی مل گئی۔ باپ کی طرح خان بہادر نے بیگم پیدہ (لاہور) کو گورنر ہاؤس مقرر کیا۔ نواب زکریا خان ہر دعوے پر عا یا پر و راہ معدلت گستر حاکم تھا۔ نواب موصوف نے ۱۲ جمادی الثانی ۱۱۵۸ھ مطابق ۱۲ جولائی ۱۷۴۵ء مقام بیگم پیدہ (لاہور) میں وفات پائی۔ جنازہ بمقام حضرت ایشاں اٹھایا گیا اور اپنے باپ سیف الدولہ عبدالصمد خاں بہادر کے پہلو میں دفن کیا گیا۔ انندرام مخلص اپنی کتاب "بدائع قانع" میں لکھتا ہے۔ "نواب صاحب کے جنازہ سے پر اس قدر چھوٹی برسات گئی کہ شہر میں پھول نایاب ہو گئے اور کسی قیمت پر نہ تھے۔" آج ناظران لاہور اور ان کے خاندان کے مزارات اور مقبروں کی حالت خستہ۔ جا بجا بکھری ہوئی نیم لیتادہ ہوئے بے سقف دیواریں اپنی بے سرو سامانی اور زبوں حالی کا کلمہ مسلمان زائرین سے کہہ رہے ہیں اور زبان حال سے اپنی گذشتہ عظمت اور شان و شوکت کی خوبچکان داستان بیان کر رہے ہیں۔

۳۔ حضرت حاجی محمد شریف: آپ قصور کے رہنے والے تھے۔ اسی نسبت سے حاجی محمد شریف قصوری مشہور ہوئے۔ حضرت شاہ عنایت قادری کے ہم عصر تھے امدان کے درمیان شرعی امور پر مہر اسلت رہتی تھی۔ حقہ بیان میں خط و کتابت ہوئی (ص ۹۳)۔ اولیائے قصور از مولوی محمد شفیع مرحوم مطبوعہ لاہور ۱۹۷۲ء بحوالہ شجرۃ الانساب مولانا غلام رسول برادر مولوی غلام حسین بن مولوی محمد حسن بن حاجی محمد شریف قصوری) سلسلہ نقشبندیہ سے تعلق

تھے۔ آپ کا مزار قصور میں حضرت خواجہ غلام محی الدین نقشبندیؒ کے مزار سے کچھ دور ایک کھلے میدان میں واقع ہے۔ شہر کی عید گاہ جسی اس مقام پر واقع تھی۔ اور پاس ہی دفتر تحصیل تھا۔ آپ نے ۲۶ ربیع الثانی ۱۱۵۳ھ مطابق ۱۶۴۰ء میں وفات پائی۔ آپ کی اولاد بھی اس مقبرہ میں دفن ہے ہر لمحہ مزار پر صاحب مزار کا اسم گرامی ساں وفات اور مختصر حالات درج ہیں۔

۴۔ اردو دار معارف اسلامیہ (پنجاب یونیورسٹی) لاہور ص ۳۰۵ جلد ۱۴ حصہ دوم

۵۔ محمد انور سبکی: تانوں عشق (حلوئے پنجاب) ص ۱۵۰ کافی ۳۲

۶۔ کلام گلشن شاہ ص ۱۴: ناشرین پبلیشر بیسٹڈ لاہور (پاکستان) بگٹھے شاہ کی سوچ ص ۲۳ ترتیب پنجابی ادبی لہر لاہور (پاکستان)۔ بھوریاں والے رتبے کیتے، کا اشارہ خالصہ کی طرف ہے۔ اس کافی میں تاریخی واقعات بیان کئے گئے ہیں۔ اس بارے پر وارث شاہ یوں بیان کرتے ہیں: ”سارے دس پنجاب بہاد و چوں یلنو وڈا افسوس قصور والے“ آپ کو قصور سے بہت محبت تھی اور قصور کی تباہی ان کے لئے ایک دکھ تھا جس کی تکلیف کا اظہار مذکورہ اشعار میں کیا۔ رنجیت سنگھ کی ایک رانی کا نام بھوری سرکار بھی تھا جس نے ہمارا جہ شیر سنگھ کے عہد میں لاہور میں باغ ٹھاکر دواڑہ بھوری سرکار تعمیر کرایا تھا، یہ بڑھے دریا کے کنارہ پل سے پار واقع تھا جو آموں کے درختوں سے سرسبز تھا۔

۷۔ صوفی محمد اکبر علی (محقق جالندھری)۔ آپ بہرام سرشتہ ضلع ہوشیار پور میں تلونڈی راہیاں کے بانی خاندان کے چشم چراغ تھے۔ آپ سن ۱۸۶۳ء میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم بہرام میں حاصل کرنے کے بعد لاہور میں ٹیچرنگ ٹریننگ کالج میں تکمیل کی تیس سال تک معلمین کو شعبہ زبان دانی میں تعلیم دینے کے بعد ریٹائر ہو گئے۔ مستقل سکونت جالندھری میں اختیار کی۔ زمینداری و زراعت کو ذریعہ معاش بنایا۔

صوفی صاحب کا تعلق ایک زمیندار علمی گھرانے سے تھا۔ خود بھی اعلیٰ درجہ کے عالم اور محقق تھے۔ حضرت پیر الہی شاہ قادری فاضل جگہ کے مرید اور جانشین تھے۔ علم دین اور تصوف سے گہرا لگاؤ رکھنے کے باوجود ملت اسلامیہ کی تعلیم و ترقی میں بڑے حصہ لیتے تھے۔ علی گڑھ تحریک میں سر سید احمد شاہ کے سرگرم معاون تھے اور تعلیم نسواں کی تحریک میں شمس العلماء مولوی سید ممتاز علی کا دل و جان سے ساتھ دیتے تھے۔ انجمن اراہیاں ہند کا قیام، الماعی اخبار کا اجرا اور الماعی بلڈنگ (لاہور) جیسا عظیم مرکز صوفی صاحب کی انتھک کوششوں اور ان کے رفقاء کے کار کے تعاون کے ثمار ہیں۔

تصنیف و تالیف کے میدان میں بھی صوفی صاحب کی خدمات وسیع ہیں۔ دینی شعبہ میں تعلیم القرآن الحجاب، الحرفہ اور العرب والاسلام جیسی بلند پایہ کتابیں ان کی تصانیف میں شامل ہیں۔ آٹھ (۸) سو صفحات پر مشتمل سلیم التواریخ مرتب کی۔ یہ بے مثال شہ پارہ ۱۹۱۹ء میں طبع ہو کر منظر عام پر آیا اور علمی دنیا

ہیں ایک بلچل مجادی، اراچیوں کے تاریخی پس منظر کا مفصل جائزہ پیش کرنے کے علاوہ ان کی معاشرت، معیشت، کردار، عقائد، رسم و رواج اور سیاسی حالات پر روشنی ڈالی ہے۔ ۱۹۱۹ء تک حضرت شاہ عنایت کی اولاد کا پتہ نسب سلیم التواریخ میں درج ہے۔

۸۔ محمد اکبر علی صوفی، سلیم التواریخ ص ۳۶۶

۹۔ نقوش لاہور نمبر ص ۵۲۶، ۵۲۷

۱۰۔ محمود عالم مفتی ہاشمی مرحوم: ترجمہ خزینۃ الاصفیاء حصہ اول ص ۲۹۷

۱۱۔ ماخذ بشیر الدین: تاریخ اسلام، محمد اکبر علی صوفی، سلیم التواریخ، سراج الدین مولوی، طبع الاصفیاء (خانہ دانی

شجرہ نسب و طریقت حضرت شاہ عنایت قادریؒ، ص ۱۶، روزنامہ جنگ لاہور، عید میلاد النبی ایدیشن ۱۸ دسمبر

۱۲۔ ۱۹۸۳ ص ۳۔ غلام سرور مفتی لاہور، خزینۃ الاصفیاء حصہ اول ص ۱۸۹، حدیقۃ الاولیاء ص ۶

فقیر محمد جامی صدائق الحنفیہ ص ۴۵۷، رحمان علی، تذکرہ علماء ہند ص ۱۹۳-۱۹۴، عبدالحی حسنی، بزمہ الخواطر

جلد ششم ص ۳۰۵۔ اکبر بادشاہ کے عہد میں "مزنگ" محلہ پر بزم مزنگ کے نام سے مشہور تھا۔ پیر عزیز

کابل سے لاہور آکر مقیم ہوئے، مغلوں کی ایک گوت "مزنگ" کہلاتی ہے۔ اس وجہ سے آبادی کا نام مزنگ پڑ

گیا۔ واقع زرعی اراضی کو علاقہ حدست مزنگ کہتے ہیں۔ اس علاقہ کا شمار مضافات لاہور میں ہوتا تھا، الراجی

قوم بکثرت آباد ہے۔ جسکا ذریعہ معاش کاشت کاری اور زینداری ہے۔ یہ علاقہ بہت آباد اور وسیع تھا۔ اب

شہر لاہور کا ایک حصہ بن گیا۔ ۱۲۔ اس روایت کے بیان کرنے والے آپ کے گدی نشین اور خاندان

کے افراد ہیں (والد علم بالصواب) ۱۵۔ علم الدین سالک، مقالہ لاہور مطبوعہ نقوش لاہور نمبر شمارہ ۹۲

فروری ۱۹۶۲ء ص ۵۲۶، ۵۲۷۔ ۱۶۔ ڈاکٹر لاجپوتی: پنجابی صوفی پوٹیس۔ ص ۲۵-۲۸ پنجابی

ترجمہ زیر عنوان "تھے شاہ" ص ۸۶-۸۷۔ ۱۷۔ شاہ عنایت: غایت الخواشی ورق اول قلمی نسخہ حرود

کتاب خانہ دانش گاہ پنجاب لاہور، ۱۸۔ شاہ عنایت: رسالہ ذیل الاغلاط (قلمی) مملوکہ محمد قبال مجددی

بحوالہ اردو دار معارف اسلامیہ (پنجاب یونیورسٹی) لاہور جلد ۴، حصہ دوم ص ۳۰۵۔ ۱۹۔ مولوی عبدالہادی

لاہوری: آپ حضرت شاہ عنایت قادریؒ کے استاد ہیں۔ بڑے عالم اور صاحب ارشاد بزرگ تھے۔ آپ شمالی

ترندی کے شمارح ہیں اور "شراح الشماک النبویہ" (صلی اللہ علیہ والہ وسلم) کے نام سے شہرت پائی، علماء

زمانہ میں ممتاز مقام رکھتے تھے۔ ماخذ شاہ عنایت: الکلمات الثمات فی رومطامن الثقات (عربی منشور)

قلمی مملوکہ محمد قبال مجددی بحوالہ اردو دار معارف اسلامیہ (پنجاب یونیورسٹی) لاہور جلد ۴، حصہ دوم ص

۳۰۵۔ ۲۰۔ ڈاکٹر لاجپوتی: پنجابی صوفی پوٹیس ص ۳۵ (بزبان انگریزی ص ۸۷) (بزبان پنجابی) حضرت

شاہ عنایت قادریؒ خود فرماتے ہیں کہ میں نے آٹھ سلسلوں سے خلافت پائی۔ ماخذ دستور العمل بحوالہ سلیم التواریخ

ص ۳۱ پھر ڈاکٹر لاہوتی کا بیان غیر صحیح ہے۔ ۲۱ غلام سرور مفتی لاہور: تاریخ محرم پنجاب، رائے بہادر  
 کنہیا لال: تاریخ پنجاب، عبداللطیف لاہوری سید: تاریخ پنجاب (انگریزی) مصمصام الدولہ شاہ نواز خاں: ماثر الامرا  
 جلد اول و دوم (اردو ترجمہ) ذکا اللہ دہلوی شمس العلماء: تاریخ ہندوستان، علی الدین مفتی: عبرت نامہ جلد  
 اول و دوم، محمد بوٹا: تاریخ پنجاب (قلمی) پنجاب یونیورسٹی لاہور۔ ۲۲ غلام سرور مفتی لاہوری: خزینہ  
 الاضیاء ص ۱۸۶، ۱۸۷۔ ۲۳ اردو دار معارف اسلامیہ (پنجاب یونیورسٹی) لاہور جلد ۱۲ حصہ  
 دوم ص ۳۰۵۔ ۲۴ خلیفہ محمد شریف خلیفہ علم الدین کے فرزند تھے، آپ کے والد مزار کے متولی اور اچھی مسجد  
 (بھائی دروازہ) کے امام تھے، امامت اور زلیت کے فرائض زندگی بھر انجام دیتے رہے۔ فقیر منٹس اور دیولن سیرت  
 بزرگ تھے۔ ۲۵ ڈاکٹر لاہوتی: پنجابی صوفی پوسٹس ص ۴۵ (انگریزی) ص ۷۰ (پنجابی) ترجمہ ص ۲۶ حوت  
 نظام الدین چشتی لاہوری آپ نے خرقہ خلافت حضرت نظام الدین اورنگ آبادی سے حاصل کیا تھا جو حضرت  
 شاہ کلیم اللہ جہاں آبادی کے خلیفہ تھے۔ اورنگ آباد سے لاہور تشریف لائے، گڑھی شاہو میں اقامت پذیر  
 ہو گئے، درس و تدریس اور رشد و ہدایت کا سلسلہ شروع کیا۔ آپ کا مدرسہ لاہور میں ایک مثالی درس گاہ تھی۔  
 لاہور کے بے شمار لوگوں نے آپ سے فیوض و برکات حاصل کئے۔ بیان کرتے ہیں کہ حضرت سید جہاں محمد سنوری  
 اسی مدرسہ سے فارغ التحصیل ہوئے تھے (محمد بن فقی! تذکرہ علمائے لاہور مطبوعہ ۱۹۲۰ء لاہور ص ۵۶) آپ نے  
 ۱۱۱۶ھ/۱۷۰۵ء میں وفات پائی، ریلوے کاوٹی علامہ اقبال روڈ بالمقابل آبادی محمد نگر میں آپ کا مزار ہے جو مرجع خلائق  
 ہے۔ ۲۶ ملا محمد اکرم ولد یحییٰ لاہوری: بڑے حلیم، بردبار اور پیر مہر گار تھے۔ علوم دینیہ اور عربی علم و ادب کے  
 بڑے فاضل تھے۔ رشد و ہدایت کا سرچشمہ تھے۔ یاد شاہ عالمگیر نے انہیں بلا کر اپنے سب سے چھوٹے بیٹے شہزادہ  
 کام بخش کا اتالیق مقرر کیا، قادی عالمگیر کی ترتیب پر مقرر کئے گئے اس عظیم کتاب کا ایک چوتھائی حصہ آپ کی  
 نگرانی میں پایہ تکمیل کو پہنچا۔ ملا عبدالحکیم سیالکوٹی لکھتے ہیں کہ لاہور میں پسر تلامی کی فضیلت اور پایہ کا کوئی عالم  
 نہیں تھا، بچناور خاں کی رائے ہے کہ ملا محمد اکرم انسانی لباس میں فرشتہ تھے۔ آپ کا مدرسہ لاہور میں ایک  
 ممتاز حیثیت رکھتا تھا۔ ہزاروں تشنگان علم یہاں سے سیراب ہوئے۔ آپ نے دین اسلام کی بھرپور اشاعت  
 کی۔ حضرت شاہ عنایت قادری کے ہم عصر تھے۔ ۲۸ شاہ محمد غوث قادری: آپ سید حسن پشاورمی  
 کے فرزند ارجمند تھے۔ سن ۱۰۸۵ھ مطابق ۱۶۷۴ء پشاور میں پیدا ہوئے۔ آپ سادات کلام سے تھے۔  
 سلسلہ عالیہ قادریہ میں اپنے والد ماجد سے بیعت تھے اور ان ہی خرقہ خلافت پایا۔ آپ صاحب علم و عمل  
 جامع شریعت و طریقت تھے۔ آپ کی تصنیفات میں اسرار الطریقت، اسرار التوحید، شرح عقیدہ غوثیہ،  
 رسالہ ذکر چہر اور رسالہ غوثیہ بہت مشہور ہے۔ آپ کے درس سے ہزاروں لوگ فیض یاب ہوئے ۱۱۵۲ھ  
 ۱۷۳۹ء میں وفات پائی۔ آپ کا مزار بیرون دہلی دروازہ نزد میونسپل ریڈنگ روم اور لاٹریری واقع ہے۔

۲۹ اس ضمن میں باب ۲ نمبر ۱۹ دیکھیں۔ ۳۰ سید صدر الدین محمد بن اسحاق قویونوی قزینہ (ایشیائی کوپک) کے رہنے والے تھے۔ ابوالمعالی آپ کی کنیت تھی، آپ علوم ظاہری و باطنی و عقلی و نقلی کے جامع تھے آپ شیخ محی الدین ابن العربی قدس سرہ کے حلیقہ عظیم تھے شیخ کی وفات کے بعد سند رشتہ دار شناد پر مشتمل ہو کر ایک عالم کو ہدایت فرماتے رہے۔ شیخ موید الدین جندی، شیخ شمس الدین مکی، شیخ محرز الدین عراقی اور شیخ سعید الدین فرغانی رحمۃ اللہ علیہم اجمعین آپ کی خدمت بابرکت سے تربیت حاصل کر کے مرتبہ شناد پر پہنچے ہیں صاحب نفعات الانس فرماتے ہیں کہ مولانا قطب الدین علامہ شیرازیؒ حدیث میں آپ کے شاگرد تھے کمال جامع الاصول کو خود اپنے قلم سے لکھ کر آپ سے پڑھا تھا اور اس پر فخر کرتے تھے اور شیخ سعد الدین حموی کی صحبت بہت رہی ہے اور انکی خدمت میں حاضر ہو کر اکثر سوالات کیا کرتے تھے۔ مولانا رومؒ سے بھی بہت صحبت رہی۔ مولانا رومؒ نے شیخ سے پہلے انتقال فرمایا اور وصیت کی تھی کہ میرے جنازہ کی نماز شیخ صدر الدین قویونوی پڑھائیں۔ آپ صاحب تصنیف بھی تھے تفسیر فاتحہ، مفتاح الغیب، مقصود، فلکوک اور کتاب نفعات الہیہ آپ کی یادگار ہیں۔ (ماخذ نفعات الانس مرآة الاسرار)

## باب ۳

۱ نقوش لاہور نمبر ص ۵۲۶، صوفی محمد اکبر علی سلیم التواریخ ص ۳۶۹، ڈاکٹر ظہور الدین پاکستان میں فارسی ادب ص ۳۶۳ حصہ سوئم۔ ۲ گنڈا سنگھ احمد شاہ دہلانی ص ۲۶۶ (انگریزی)۔ ۳ نقوش لاہور نمبر ص ۵۲۶ وراے بہادر کنہیا لال: تاریخ لاہور ص ۱۹۲۔ ۴ اردو دائرہ معارف اسلامیہ (پنجاب یونیورسٹی) لاہور ص ۳۰۵ جلد ۱۴ / حصہ دوئم (آرٹیکل: اقبال مجددی)۔ ۵ چارلس فریڈرک اسورن، بلخا شاہ ورق اول (لاہور ۱۹۰۵)۔ ۶ غلام رسول قصوری: شجرۃ الانساب لاہور ۱۹۳۵ء ص ۲۲ تا ۲۳ بحوالہ اردو دائرہ معارف اسلامیہ (پنجاب یونیورسٹی) لاہور ص ۳۰۵ جلد ۱۴ / آرٹیکل اقبال مجددی (محمد شفیق ڈاکٹر مرحوم: اولیائے قصور ص ۹۳)۔ ۷ غلام حسین قصوری: شجرۃ الانساب (قلمی) بحوالہ اردو دائرہ معارف اسلامیہ (پنجاب یونیورسٹی) لاہور ص ۳۰۵ جلد ۱۴ / آرٹیکل اقبال مجددی)۔

## باب ۴

۱ اعجاز الحق قدوسی: تذکرہ صوفائے پنجاب ص ۲۰ (فٹ نوٹ)۔ ۲ محمد اکرم شیخ: رود کوثر ص ۳۳۔ ۳ شاہ محمد عوث گوایدری: مقدمہ جواہر خمسہ، ۴ عبدالرحمن چشتی: مرآة الاسرار (اردو) جلد دوم

ص ۶۶۳، ۶۶۴۔ شیخ حسام الدین۔ آپ مانک پور میں مقیم تھے اور شیخ نور الدین قطب عالم کے مرید و خلیفہ تھے۔ اپنے وقت کے بڑے مشائخ میں سے تھے۔ علم شریعت اور طریقت کے ماہر عالم تھے۔ آپ کے ملفوظات کو آپ کے مریدوں نے جمع کیا اور "رفیق العارفين" نام رکھا، آپ نے فرمایا کہ میں ابتداً روزانہ صبح سویرے قرآن کریم کے پندرہ پارے پڑھتا اور اس کے بعد نماز چاشت تک تمام وظائف مکمل کرتا قرآن کریم پڑھتے وقت تفسیر مبارک کو اپنے پاس رکھتا تھا جب کسی لفظ کے مطلب و معنی میں اشکال ہوتا تو فوراً تفسیر رکھ کر دیکھ لیتا۔ اس طرح قرآن پڑھنے میں بڑا سرور آتا تھا۔ آپ کے دادا مولانا جلال الدین بڑے عالم فاضل، عابد صابر اور متقی تھے۔ آپ نماز عشاء کے بعد تھوڑی دیر کے لئے نیند کر لیتے تھے جب سب لوگ سو جاتے تھے تو اٹھ کر ساری رات یعنی نماز صبح تک عبادت کرتے تھے۔ آپ ہر روز اکتالیس بار سورہ یسین پڑھتے تھے۔ نماز چاشت کے بعد آپ علم دین کی تعلیم میں مصروف ہو جاتے تھے۔ آپ قرآن مجید لکھ کر بسر اوقات کرتے تھے اور بلا و ضوقلم ہاتھ میں نہیں لیتے تھے۔ آپ سلطان المشائخ حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء قدس سرہ کے خلیفہ محمد شیخ کے مرید تھے۔ اپنی کتاب "انیس المعاشقین" میں لکھے ہیں کہ اٹھارہ ماہ ربیع الآخر کو حضرت سلطان المشائخ نظام الدین اولیاء قدس سرہ کے عرس کے دن حضرت شیخ نور الحق نے اپنے فرزند ان اور مزیدان کے سامنے مجھے خرقہ خلافت عطا فرمایا (ما خدا خبر الانبار)۔ ۶۔ پیر میرٹھی: آپ سلسلہ شطاریہ کے اعظم خلفاء اور اکابر مشائخ میں سے تھے۔ بڑے صاحبِ تصرف اور مظهر خورانی و کرامت تھے۔

بڑے صاحبِ ذوق و شوق بکسر و جذب تھے۔ آپ کے لاتعداد مرید تھے۔ شہر میرٹھ میں سکونت پذیر تھے۔ نور الدین محمد چھانگیر بادشاہ آپ کے معتقدین میں سے تھے۔ حجر الاولیٰ صلیب نے آپ کا سن وصال ۱۰۴۲ھ لکھا ہے اور آپ کا مرزا پیر نور الدین میرٹھ کے مصنفات میں ایک قصیدہ میں واقع ہے (مفتی غلام سرور لاہوری خزینۃ الاصفیاء حصہ دوم ص ۳۴۶)۔ ۷۔ محمد مسعود احمد پروفیسر، شاہ محمد غوث گوالیاری ص ۱۰۰ (استفادہ)۔ ۸۔ "حضور" کے معنی بے اولاد، حضرت شیخ ظہور حاجی حمید الدین کی کوئی اولاد نہ تھی، بے اولاد ہونے کے سبب آپ حمید الدین "حضور" کے نام سے پکارے جاتے تھے، بعض تذکروں میں "حضور" کی بجائے "حضور" بھی لکھا ہوا ملتا ہے جو کتابت کی غلطی ہے۔ ۹۔

BIOGRAPHICAL DICTIONARY CALCUTTA PP 186-7

۱۰۔ محمد مسعود احمد پروفیسر، شاہ محمد غوث گوالیاری ص ۲، ۵، ۵۲، ۷۱، اور ادغوثیہ (استفادہ)۔

۱۱۔ غلام سرور مفتی لاہوری، خزینۃ الاصفیاء ص ۳۲۴ جلد دوم۔ ۱۲۔ شیخ علی منتقی، آپ کے

والد ماجد کا نام عبد الملک ابن قاضی خاں المنتقی القادری، الشازلی المدنی چشتی ہے۔ آپ کے ابا و اجداد جوئیپور سے آکر برہان پور میں مقیم ہو گئے۔ ۸۵۷ھ میں برہان پور میں پیدا ہوئے۔ آپ کے والد نے آپ کو

آٹھ سال کی عمر میں شاہ جاجن چشتی کے پاس لے جا کر مرید کرایا جو اس زمانہ میں بریلان پور میں مقیم تھے۔ اس واقعہ کے چند دن بعد آپ کے والد نے وفات پائی۔ آپ کی فطرت میں تقویٰ و پرہیزگاری کا غلبہ تھا۔ ملتان پہنچ کر شیخ حسام الدین متقی کی خدمت کرنے لگے اور اخذ فیض ہوئے۔ تفسیر بیضاوی اور علین العلم کا مطالعہ کیا۔ مکہ معظمہ پہنچ کر شیخ الحدیث شیخ ابوالحسن بکری کے شاگرد ہوئے۔ شیخ محمد بن محمد سخاوی کی خدمت میں رہ کر سلسلہ عالیہ قادری کا خرقہ حاصل کیا اور قطب زمانہ شیخ نور الدین ابوالحسن علی الحسن شازلی سے سلسلہ شازلیہ میں اور شیخ ابودین شعیب مغربی سے سلسلہ مدینہ کا خرقہ حاصل کیا۔ آپ نے ۹۷۵ھ میں وفات پائی، انسی زمانہ میں قبل از مرگ آپ ذکر چہر کثرت سے کرتے تھے، شیخ عبداللہ محبت دہلوی نے کتاب "زاد المتقین" میں آپ کا ذکر نہایت شرح و بسط سے کیا ہے۔

۱۳ فقیر محمد جہلمی: عدائق الخنیفہ ص ۲۱۱، غلام سرور مفتی لاہوری: خزینۃ الاصفیاء ص ۳۳۳

۳۳۳ جلد دوم - ۱۴ غلام سرور مفتی لاہوری: خزینۃ الاصفیاء ص ۳۳۳ (جلد دوم) ، محمد غوثی: گلزار ابرار (اردو ترجمہ) مطبوعہ ۱۳۹۵ھ المعارف گنج بخش روڈ لاہور ص ۳۰۵، عبد القادر بدایونی منتخب التواریخ (اردو) مطبوعہ لاہور (۱۹۶۳) ص ۵۸۲ - ۱۵ محمد غوثی: گلزار ابرار

(اردو ترجمہ) مطبوعہ لاہور ۱۹۳۵ ص ۲۰۵ - ۱۶ فقیر محمد جہلمی: عدائق الخنیفہ (مطبوعہ لاہور) ص ۲۱۰ - ۲۱۱

۱۷ فقیر محمد جہلمی: عدائق الخنیفہ (مطبوعہ لاہور) ص ۲۱۰ - ۲۱۱

۱۸ فقیر محمد جہلمی: عدائق الخنیفہ (مطبوعہ لاہور) ص ۲۱۰ - ۲۱۱

۱۹ تزک جہانگیری: ص ۲۵۰، (مطبوعہ لاہور) ۱۹۶۰ء - ۲۰ غلام سرور مفتی لاہوری: خزینۃ الاصفیاء ص ۱۸۹ جلد اول

نقوش لاہور ص ۵۲۲ - ۲۱ غلام سرور مفتی لاہور: خزینۃ الاصفیاء ص ۱۸۹ حصہ اول - ۲۲ رائے بہادر کنہیا لال: تاریخ لاہور (مطبوعہ ۱۸۸۶ء) ص ۱۲، بار اول - ۲۳ فقیر محمد جہلمی: عدائق الخنیفہ

ص ۲۵۰، غلام سرور مفتی لاہور: خزینۃ الاصفیاء ص ۱۸۹ جلد اول رحمان علی: تذکرہ علمائے ہند

ص ۱۹۳ - ۱۹۴ غلام سرور مفتی لاہوری حدیثۃ الاولیاء ص ۶۱ - ۲۴ سراج دین قادری، شطاری لاہوری لاؤ لاد حضرت شاہ عنایت قادری طریق الاصفیاء حصہ اول ص ۴۱ - ۴۲

۲۵ اعجاز الحق قدوسی: صوفیائے سندھ ص ۱۵۶ - ۲۶ صوفی محمد اکبر علی سلیم التواریخ ص ۳۶۶

۲۷ سراج دین قادری شطاری لاہوری لاؤ لاد حضرت شاہ عنایت قادری طریق الاصفیاء حصہ اول ص ۴۱

۲۸ مفتی غلام سرور لاہوری: خزینۃ الاصفیاء ص ۱۸۹ جلد اول: حافظ انور علی صدیقی: سنگی قانون عشق ص ۳۲۸ - ۲۹ حضرت خواجہ ابوالحسن کا نام نامی علی ابن جعفر ہے آپ کو حضرت

بایزید بسطامی کے ساتھ روحانی نسبت ہے۔ جوان کے انتقال سے کئی سال بعد حاصل ہوئی، آپ قبضہ خرقان میں پیدا ہوئے۔ آپ بالکل ان پڑھ تھے کئی سال تک حضرت بایزید کے مزار مبارک پر جو خرقان سے تیس میل کے فاصلے پر ہے جاتے رہے عشاء کی نماز پڑھ کر تشریف لے جاتے اور صبح کی نماز کو واپس آجاتے۔ مزار مبارک جنگ سے متاثر رہتا۔ اس کی طرف پشت نہ کرتے۔ بلکہ پس پاؤں پٹتے۔ جب دُور نکل جاتے پھر سیدھے ہو جاتے۔ بہت احترام کرتے تھے۔ ایک دن قبر سے غیبی آواز آئی کہ اے ابو الحسن جا خلقت کو اللہ تعالیٰ کی طرف بلا۔ عرض کی کہ میں ان پڑھ ہوں، آواز آئی کہ اللہ تعالیٰ تم کو صاحب علم کر دے گا۔ چنانچہ اسی دن خرقان واپس آئے۔ تمام علوم دل پر منکشف ہو گئے، آپ اپنے زمانہ کے غوث و قطب تھے۔ آپ کے معراج کا حال اور محنت آمیز و پُر ناز کلمات جو اللہ تعالیٰ کے ساتھ ہوتے۔ مختلف کتابوں میں درج ہیں۔ آپ نے ۱۵ رمضان المبارک ۲۲۵ھ کو رحلت فرمائی۔ آپ کا مزار پُر النوار خرقان میں واقع ہے جو زیارت گاہ خلعتی ہے۔ حضرت بایزید بسطامی کا اسم گرامی طیفور بن علی ابن آدم ابن رستم تھا اور آپ کا لقب سلطان العارفین ہے۔ آپ اپنے زمانہ کے تمام اولیاء میں سے اعلیٰ اور افضل ولی اور حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کے اجل و اکمل خلیفہ تھے۔ آپ کے جدِ بزرگوار اٹنش پستی کو چھوڑ کر دین اسلام سے مشرف ہوئے۔ آپ ماوراء النہر تھے۔ سید ابطالغہ حضرت جنید بغدادی فرمایا کرتے تھے کہ حضرت بایزید بسطامی ہماری درمیان ایسے ہیں جیسے فرشتوں کے درمیان جبرائیل علیہ الصلوٰۃ والسلام آپ اپنی والدہ ماجدہ کے زمانہ کے مطابق تیس سال تک شام کے جنگلوں میں پھرتے رہے۔ آپ کو حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کے ساتھ ظاہری محبت نصیب نہیں ہوئی۔ بلکہ آپ کو ان سے روحانی اور اویسی نسبت ہے۔ آپ قبضہ بسطام میں ۱۳۶ھ میں پیدا ہوئے اور ۱۵ شعبان ۲۶۱ھ کو جمعہ کے روز انتقال فرمایا۔ مزار پُر النوار بسطام میں ہے۔ ۳۱ھ غلام سرور مصنفی لاہوری "تذکرۃ الاصفیاء" ص ۱۸۹ جلد اول، پروفیسر محمد مسعود احمد صاحب شاہ محمد غوث گوالیاری بحوالہ اوراد غوثیہ ۹۴۹ھ (۱۵۲۲ء) ص ۵۶ (استفادہ) ۳۲ھ صوفی اکبر علی سلیم التواریخ ص ۳۶۰-۳۳۳۔ ۳۳ھ یضاً ص ۳۴ صوفی محمد اکبر علی سلیم التواریخ ص ۲۶۱ شجرہ طریقت قادریہ میں شیخ ظہور حاجی حمید حضور لکھا ہے یہ درست نہیں بلکہ (حضور) ہونا چاہیے جس کے معنی بے اولاد کے ہیں، آپ کی کوئی اولاد نہیں تھی۔ "حضور" کے نام سے شہرت پائی۔

اکثر تذکروں میں "حضور" کی بجائے "حضور" ہی لکھا ہوا پایا گیا ہے۔ جو درست نہیں۔

۳۵ھ سراج دین مولوی قادری شطاری (اولاد حضرت شاہ عنایت قادری) طریق الاصفیاء حصہ اول ص

۳۱-۳۶-۳۶ھ کمال الدین محمد احسان؛ روضۃ القیومیۃ رکن اول ص ۲۹۵، ۲۹۶، ۲۹۷ -





۱۔ سر اجیدین مولوی قادری شطاری (اولاد حضرت شاہ عنایت)؛ طریق الاصفیاء حصہ اول ص ۲۲-۲۴۔  
 ۲۔ عبدالحق محدث دہلوی؛ اخبار الاخبار ص ۲۲۲؛ سر اجیدین مولوی قادری شطاری؛ طریق الاصفیاء حصہ  
 اول ص ۱۲۸-۱۲۹۔

## باب - ۵

۱۔ فقیر محمد مولوی جلمی؛ حدائق الخنیفہ ص ۲۵۷۔  
 ۲۔ شیخ سعدی لاہوری۔ آپ کا شمار علیل اللہ مشائخ میں ہے۔ آپ شیخ آدم بنوری کے خلیفہ تھے۔ کتاب  
 خواہر الاسرار میں آپ کے احوال و اقوال اور ولادت سے لے کر وفات تک لکھے ہیں۔ اس میں آپ کے پیشوا  
 خوارق و کمالات و زج ہیں۔ شیخ شرف الدین کشمیری مجددی نے کتاب روضۃ الاسلام میں آپ کے مناقب  
 و خوارق بھی تحریر کئے ہیں۔ آپ مادر زاد ولی تھے۔ آپ خود فرمایا کرتے تھے کہ میرے مرید آسمان کے ستاروں کی  
 طرح ان گنت ہیں۔ ان میں سینکڑوں کامل اور تکمیل کے بعد تبار شاہ و اجازت تک پہنچ گئے۔ آپ نے ۳ ماہ  
 ربیع الثانی ۱۱۰۸ھ / ۲۰ اکتوبر ۱۶۹۶ء کو وفات پائی، لاہور میں متصل محلہ عزیز پیر جو اب موضع مزنگ کے  
 نام سے مشہور ہے۔ سعدی پارک میں دفن ہوئے۔ ۳۔ اردو دائرہ معارف اسلامیہ (پنجاب یونیورسٹی)  
 لاہور جلد ۴ ص ۲/۳۰۵۔ آرٹیکل: اقبال مجددی۔ ۴۔ ایضاً۔ ۵۔ غلام سرور مفتی لاہوری  
 حدیقۃ الاولیاء ص ۶۲۔ ۶۔ ڈاکٹر لاجپتی؛ پنجابی صوتی پوسٹس (بہ زبان انگریزی) ۲۱ تا ۲۳ ص ۲۵  
 بہ زبان پنجابی ص ۸۲۔ ۷۔ خلیفہ علم دین۔ امام مجدد اور متولی مزار آپ کی اولاد سے تھے۔ انکا شجرہ  
 نسب اس طرح بیان کرتے ہیں۔

”خلیفہ علم دین بن خلیفہ حسن دین بن شیخ غلام قادر بن حضرت شیخ محمد ظہور اللہ قادری بن حضرت شیخ  
 محمد زاہد اللہ قادری بن ابوالمعارف حضرت شیخ حافظ محمد عنایت اللہ المعروف بہ شاہ عنایت قادری شطاری“۔

## باب - ۶

۱۔ سر اجیدین قادری شطاری؛ طریق الاصفیاء ص ۲۸، مکتبہ شاہ از اسبوری، آرد کے لاجپتی رائے آر  
 لو تھر۔ حوالہ وظائف کلان ص ۴۱۔ ۲۔ غلام سرور مفتی لاہوری؛ ختمہ نیرۃ الاصفیاء ص ۱۸۶-۱۸۷  
 (۱۲۸۳ھ)۔ ۳۔ رحمن علی؛ تذکرہ علماء ہند ص ۳۵۷۔ ۴۔ فقیر محمد جلمی؛ حدائق الخنیفہ ص  
 ۲۵۷۔ ۵۔ عبدالحق حسنی، نذہرتہ الخواطر؛ ۶/۱۹۶۔ ۶۔ محمد شفیع ڈاکٹر مرحوم؛ اولیائے  
 قصور ص ۱۹۷ (فٹ نوٹ) اور صوتی محمد اکبر علی؛ سلیم القاریخ ص ۳۰۷۔ ۷۔ اردو دائرہ معارف

اسلامیہ (پنجاب یونیورسٹی) لاہور، جلد ۴/۱ ص ۵۰۵، آرٹیکل: اقبال مجددی۔ ۵۰ نور محمد چشتی، تحقیقات چشتی ص ۱۹۶۔ ۹ مولوی محمد جہانگیر آپ حضرت شاہ عنایت قادری کی اولاد سے ہیں اور سلسلہ چشتیہ میں حضرت میاں علی محمد خاں صاحب (بسی شریف والوں) کے مرید تھے۔ اونچی مسجد (بھائی دروازہ) لاہور میں اکثر تشریف لاتے تھے اور محفل ذکر واذکار میں میاں صاحب شمولیت فرماتے تھے۔

## باب ۲

۱۔ سراج دین قادری شطاری: طریق الاصفیاء ص ۳۰۔ ۲۔ ایضاً ص ۸۔ ۳۔ ایضاً ص ۲۔  
 ۴۔ ماخذ ملفوظ المخدم (جلال الدین جہانیاں) الدرر المنظوم فی ملفوظ المخدم (ملتان)۔  
 ۵۔ سراج دین قادری شطاری: طریق الاصفیاء ص ۷۶۔ ۷۷۔ ۷۸۔ ۷۹۔ ایضاً ص ۸۲۔  
 ۶۔ نافع السالکین: ارشادات و ملفوظات حضرت خواجہ سلمان تونسویؒ۔ ۷۔ چارلس فریڈرک سورن بلھے شاہ، (لاہور ۱۹۰۵ء) ص ۲۔ ۸۔ مولانا بخش کشتہ: (پنجابی شاعراں دا تذکرہ) (مطبوعہ لاہور) ص ۱۰۰۔  
 ۹۔ عبدالغفور قریشی: پنجابی زبان دا ادب تے تاریخ ص ۱۲۲۔ ۱۰۔ کلام بلھے شاہ: اللہ والوں کی دوکان کشمیری بازار لاہور۔ ۱۱۔ ایضاً ص ۱۳۰۔ خواجہ حافظ غلام تھنیؒ۔ آپ اپنے والد (خواجہ عبدالملک) کی طرح ظاہری اور باطنی علوم سے پوری طرح مستف تھے۔ آپ کے والد مرحوم نے دینی و دنیوی کابو سلسلہ شروع کیا تھا۔ اسے آپ نے غایت درجہ کمال تک پہنچا دیا۔ آپ زبردست عالم دین، حافظ قرآن، جید فقیہ اور عظیم محدث تھے۔ آپ کو منطق، فلسفہ، اسلام الراجال، صرف و نحو، شعر و ادب غرض کہ تمام علوم متداولہ پر کمال عبور حاصل تھا، آپ کے درس کی اس قدر شہرت تھی کہ برصغیر کے کونے کونے سے تشنگان علم کی ایک بڑی تعداد قصور میں آتی اور فیض یاب ہوتی تھی اور اسلام کی تبلیغ و اشاعت کے جذبے سے اپنے سینے کو روشن کر کے واپس جاتے۔

پنجاب کا کیٹس KEATS اور پیرا پنچا کا خالق پیر وارث شاہ مشہور صوفی شاعر حضرت سید بلھے شاہؒ ایسی نامور ہستیاں تھیں جنہوں نے آپ کے سامنے زانوئے تلمذ طے کئے۔ آپ نے اپنی نگرانی میں دونوں کی تعلیم و تربیت کا اہتمام کیا، یہ دونوں بنا کر آج بھی آسمان شہرت پر درخشندہ و تابندہ ستاروں کی مانند چمک رہے ہیں۔ آپ شریعت کے معمولات پر بڑی سختی سے عمل کرتے تھے۔ خلاف شریعت کوئی فعل بھی برداشت نہ کر سکتے تھے۔ سرزمین قصور میں اس وقت احکام شریعت کی جو بے حرمتی ہو رہی تھی اسے برداشت نہ کرتے ہوئے ترک وطن ہوئے اور ہجرت کر کے پشاور چلے گئے۔ وہاں ہی قیام کیا، وہاں ہی وفات پائی۔ عرصہ سات آٹھ سال کے بعد آپ کے جسد مبارک کو قصور میں لا کر دفن کیا گیا۔ ۱۲۔ اردو واٹر معارف

اسلامیہ پنجاب یونیورسٹی) لاہور جلد ۴ ص ۶۵۰۔ ۱۵۰ بشیر احمد شاہ: انوار محی الدین ص ۴۱ غلام سرور مفتی لاہوری: حدیقتہ الاولیاء ص ۱۴۲؛ ملفوظات شریف حضرت شاہ غلام علی ص ۳۱۔ ۱۶ شیخ محمد فضل بٹالوی: آپ کے والد محترم کا نام عنایت اللہ تھا۔ آپ نے عربی اور فارسی کی تحصیل مولوی عبد الحکیم بٹالوی کے نواسہ ابو الحسن فتح محمد اور میاں محمد عوث لاہوری سے کی ہے۔ علم و فضل کی وجہ سے برسی شہرت حاصل کی، مختلف مقامات کی سیر و سیاحت کے بعد آپ بٹالہ میں تشریف لائے اور وہیں اقامت گزینی کر لی، آپ سلسلہ فاضلہ کے بانی ہیں اور شیخ محمد افضل کلا نوری کے مرید تھے، جو حضرت ابو محمد لاہوری کے خلیفہ تھے۔ شیخ محمد افضل کلا نوری نے ۱۰۹۲ھ مطابق ۱۶۸۱ء میں وفات پائی اور اپنے پیر و مرشد کے پہلو میں دفن ہوئے۔

شیخ محمد فضل بٹالوی نے ۱۲ ماہ ذی الحجہ ۱۱۳۸ھ مطابق ۱۷۲۸ء وٹالہ میں وفات پائی اور وہاں ہی دفن ہوئے۔ آپ کی عمر ۳۷ سال تھی اور محمد شاہ بادشاہ دہلی کا عہد تھا۔ مذکورہ روایت دربار بٹالہ شاہ اور دربار فاضلہ کے گدھی نشینان بیان کرتے ہیں، واللہ اعلم بالصواب

۱۷۰ محمد علی فاروقی: انگریز، سر سکندر اور خاکسار تحریک ص ۱۶۱؛ اولاد حضرت شاہ عنایت قادری بھی اس واقعہ کی تصدیق کرتے ہیں۔ ۱۷۱ کلام بٹالہ شاہ: ناشرین پبلیشرز لاہور پاکستان ص ۱۹۔ ۱۷۲ کلام بٹالہ شاہ: ناشرین پبلیشرز پاکستان ص ۱۹۔

## باب ۸

۱۷۳ حضرت خواجہ محمد سلمان تونسوی: حضرت محمد سلمان تونسوی نیز صوفی صدی سحری کے چستیر نظامیہ سلسلہ کے عظیم الشان اور ہر دل عزیز بزرگ گزرے ہیں۔ آپ کی ذات گرامی سے لاکھوں انسانوں نے روحانی اور بالطنی فیض حاصل کیا، اور متواتر ساٹھ سال تک مندرائشاہ پر بیچھ کر تعلیم و تلقین کا جو ہنگامہ برپا کیا، اس کے اندر سے ہندوستان کا کونہ کونہ نور اسلام سے منور ہو گیا۔ آپ ۱۱۸۳ھ / ۱۷۶۲ء میں کوہستان گڑگوجی میں پیدا ہوئے۔ آپ کے والد کا اسم گرامی زکریا تھا، جو کہ افغانوں کے جعفر قبیلہ کے سردار تھے، صاحب علم و فضل تھے۔ اپنے صاحبزادے کی رسمی تعلیم کا اہتمام کیا، جب فارغ التحصیل ہوئے تو باطنی تعلیم کی طرف توجہ دی۔ آپ سلسلہ طریقت میں خواجہ نور محمد ہاروی سے بیعت ہوئے یہ بیعت حضرت سید جلال الدین بخاری کے مزار کے سر ہانے لی گئی، آپ نے ایک دارالعلوم قائم کیا۔ سینکڑوں علماء و روحانی فیض حاصل کر کے اسلامی دنیا میں پھیل گئے اور اشاعت دین کی تبلیغ کرتا رہے۔ ۱۲۶۷ھ کو وفات پائی، نواب بہاول پور نے ایک لاکھ روپیہ کے صرفہ سے سنگ مرمر کا عالی شان روضہ تونسہ شریف (ڈی۔ جی۔ خاں) میں تیار کرایا۔ ۱۷۴ نافع السائکین اشارات و ملفوظات حضرت خواجہ محمد سلیمان

## باب ۹۔

- ۱۔ غلام سرور لاہوری: خزینۃ الاصفیاء جلد اول ص ۲۰۸۔ ۲۔ اوسبورن: ملکہ شاہ انگریزی ص ۲  
 ۳۔ ڈاکٹر لاجپتئی رام کرشنا: پنجابی صوتی پوسٹس ص ۱۰۴ (پنجابی ترجمہ)۔ ۴۔ عبدالغفور قریشی: پنجابی  
 زبان و ادب ص ۱۲۶۔ ۵۔ مولا بخش گشتہ: پنجابی شاعراں دا تذکرہ ص ۱۰۲۔ ۶۔ محمد شفیع: اردو  
 مرعوم: ادبیات قصور ص ۱۹۹۔ ۷۔ غلام سرور لاہوری مفتی: خزینۃ الاصفیاء جلد اول ص ۱۹۶۔  
 ۸۔ صوتی اکبر علی: سلیم التواریخ ص ۳۸۲-۳۸۳: ملکہ شاہ اوسبورن ص ۳۔ ۹۔ نافع السائیں  
 (فارسی) ص ۸۸، اردو ترجمہ ص ۲۰۹۔

## باب ۱۰۔

- ۱۔ غلام سرور مفتی لاہوری: خزینۃ الاصفیاء جلد اول ص ۱۸۸-۱۸۹ محمد انور علی ریاستی قانون عثمانی  
 ص ۳۲۸۔ اوراد غوثیہ از شاہ محمد غوث گوالیاری: بحوالہ شجرہ سلاسل شاہ محمد غوث گوالیاری از پروفیسر  
 محمد مسعود احمد صاحب ص ۱۵۶-۱۵۷، صوتی محمد اکبر علی سلیم التواریخ ص ۳۶۲  
 ۲۔ صوتی اکبر علی: سلیم التواریخ ص ۳۶۲-۳۶۳، اوراد غوثیہ از شاہ محمد غوث گوالیاری بحوالہ  
 شجرہ سلاسل: شاہ محمد غوث گوالیاری از پروفیسر محمد مسعود احمد صاحب ص ۱۵۶-۱۵۷

# کتابیات

اس تذکرہ کی تدوین و تالیف میں درج ذیل کتب کو پیش نظر رکھا گیا ہے:-

- |    |  |   |    |   |
|----|--|---|----|---|
| ۱۱ | فقیر محمد جمالی: حدائق الحنفیہ (اردو) مطبوعہ لاہور۔        | غلام سرور لاہوری مفتی: خزینۃ الاصفیاء حصہ | ۱  | اول و دوم   |
| ۱۲ | محمد الہام شیخ: رور کونفر (اردو) مطبوعہ لاہور (۱۹۵۸ء)      |   | ۲  | غلام سرور لاہوری مفتی: حدیقۃ الاولیاء               |
|    | محمد غوث مولانا گلزار ابرار (اردو)                         |   | ۳  | عجاز الحق قدوسی: تذکرہ صوفیائے سندھ                 |
| ۱۳ | محمد قاسم فرشتہ: نازخ (اردو) مطبوعہ لاہور                  |   | ۴  | مطبوعہ کراچی - (۱۹۵۹ء/۱۳۶۹ھ)                        |
| ۱۴ | T.W. BEALE: ORIENTAL BIOGRAPHICAL DICTIONARY CALCUTTA 1881 |   | ۵  | عجاز الحق قدوسی: تذکرہ صوفیائے پنجاب                |
| ۱۵ | مسعود حسن شہاب: خطہ پاک افق شریف                           |   | ۶  | مطبوعہ کراچی (مئی ۱۹۶۲ء)                            |
| ۱۶ | نور احمد چشتی: تحقیقات چشتی (لاہور)                        |   | ۷  | محمد مطیع الحق: راشد بریل پور کے سندھی اولیاء       |
| ۱۷ | مفتی علی الدین عبرت نامہ جلد اول و دوم                     |   | ۸  | امام بخش بن بخش: حدیقۃ الاسرار فی اخبار الاخبار     |
| ۱۸ | عبداللہ خوشگی: معارج الالویت (قلمی نسخہ)                   |   | ۹  | مطبوعہ خضر منزل ملتان۔                              |
| ۱۹ | سجان رائے: خلاصہ التواریخ (۱۱۰۶ھ)                          |   | ۱۰ | داراشکوہ شہزادہ: سیدقۃ الاولیاء (اردو) ترجمہ        |
| ۲۰ | کنہیا لال رائے بہادر: تاریخ لاہور                          |   | ۱۱ | محمد علی لطفی مطبوعہ کراچی (۱۹۵۹ء/۱۳۶۹ھ)            |
| ۲۱ | کنہیا لال رائے بہادر: تاریخ پنجاب                          |   | ۱۲ | رحمان علی مولانا: تذکرہ علمائے ہند (اردو) ترجمہ     |
| ۲۲ | محمد فوق: تذکرہ علماء و مشائخ لاہور (۱۹۲۰ء)                |   | ۱۳ | محمد تقی صاحب مطبوعہ کراچی (۱۹۶۱ء/۱۳۸۱ھ)            |
| ۲۳ | محمد طفیل مدیر نقوشن لاہور نمبر فروری ۱۹۶۲ء                |   | ۱۴ | عبدالحق محدث دہلوی شیخ: اخبار الاخبار مطبوعہ کراچی۔ |
| ۲۴ | محمد لطیف ملک: اولیائے لاہور (لاہور)                       |   | ۱۵ | عبدالقادر بدایونی ملا: منتخب التواریخ (اردو)        |
| ۲۵ | محمد وارث کامل: تذکرہ اولیائے لاہور                        |   | ۱۶ | ترجمہ محمود احمد فاروقی مطبوعہ لاہور (۱۹۶۲ء/۱۳۸۲ھ)  |
| ۲۶ | غلام دستگیر نامی پیر: بزرگان لاہور                         |   |    |   |
| ۲۷ | صمصام الدولہ شاہ نواز: ناشر الامراء حصہ                    |   |    |   |

## (انگریزی)

۲۲۔ جناب محمد شفیع ڈاکٹر مرحوم، اولیائے قصور

مطبوعہ لاہور (۱۹۶۲ء)

۲۳۔ شجاع الدین، اسرارِ صدیقی (ادارہ تحقیقات

پاکستان لاہور (۱۹۶۵ء)

۲۴۔ محمد حسین للہی صاحب زادہ، ترجمہ نافع الساکین

ارشادات اور ملفوظات حضرت خواجہ سلیمان

تونسوی (فارسی اصل نسخہ)

۲۵۔ مولابخش گشتہ، پنجابی شاعراں کا تذکرہ

(لاہور ۱۹۶۰ء)

۲۶۔ عبدالمغفور قریشی، پنجابی زبان کا ادب نئے

تاریخ مطبوعہ لاہور (۱۹۵۶ء)

۲۷۔ اسمبوری، ڈاکٹر لاجوئی، اے آر ٹوٹھر بلکھے شاہ

(انگریزی) ناشر مبارک علی لہاری دروازہ لاہور

(۱۹۸۶ء)

۲۸۔ محمد جہانگیر مولوی اولاد حضرت شاہ عنایت

قادری سوانح حیات بلکھے شاہ (مطبوعہ لاہور)

۲۹۔ شبیر احمد سید، انوارِ محی الدین مطبوعہ لائل پور

(۱۹۶۶ء)

۵۰۔ جناب محمد شفیع ڈاکٹر مرحوم، مقالہ اسلامک

کلچر جولائی ۱۹۶۹ء

اول، دوم، سوم اور دو ترجمہ از محمد ایوب قادری

۲۹۔ مفتی تاج الدین بن مفتی امام الدین، حالات

ضلع لاہور (قدیم)

۳۰۔ انوارِ اصفیاء، شیخ غلام علی کتب فروش لاہور

۳۱۔ حفیظ الرحمن مولوی، تاریخ اوتچ۔

۳۲۔ ڈاکٹر لاجوئی، پنجابی صوفی پبلسٹن (انگریزی)

۳۳۔ عبدالمجید بھٹی، کافیاں بلکھے شاہ (مطبوعہ

اسلام آباد)

۳۴۔ شاہ عنایت عنایت اللہ لٹو انٹی کتاب خانہ دانش

گاہ پنجاب لاہور نمبر ۶۴۱

۳۵۔ عبدالحی حسنی، نزمیہ الخواطر جلد ششم

۳۶۔ سراج الدین مولوی، طریق الاصفیاء خاندانی

شجرہ نسب حضرت شاہ عنایت قادری

۳۷۔ اقبال قاروقی، تذکرہ علمائے اہل سنت

وجاعت لاہور (۱۹۶۵ء)

۳۸۔ عبداللطیف لاہوری سید، ہسٹری آف

لاہور (انگریزی)

۳۹۔ چارلس فریڈرک اسمبوری، بلکھے شاہ انگریزی

(لاہور ۱۹۰۵ء)

۴۰۔ حافظ انور علی، متعلقہ قانون عشق حلوائے پنجاب

۴۱۔ موہن سنگھ دیوانہ، ہسٹری آف پنجاب ریپبلک

۶۳۔ کمال الدین محمد احسان بروحۃ البیتھویہ کن اول  
۶۴۔ جناب حلیق احمد نظامی پروفیسر: تاریخ  
مشائخ چشت۔

۶۵۔ احمد اختر مرزا دہلوی: تذکرۃ الفقراء ۶۱۔  
۶۶۔ علامہ نور بخش توکلی: تذکرہ مشائخ نقشبندیہ۔  
۶۷۔ عبداللطیف لاہوری سید: تاریخ پنجاب  
(بزبان انگریزی)۔

۶۸۔ محمد ذکاء اللہ دہلوی: تاریخ ہندوستان۔  
۶۹۔ محمد بوٹا: تاریخ پنجاب۔ (قلمی نسخہ)  
۷۰۔ محمد سعید احمد: مارہروی: آثار خیر کتبہ صابریہ  
شیش محل روڈ لاہور۔

۷۱۔ محمد اقبال مجددی: ملفوظات شریفہ حضرت  
شاہ غلام علی صاحب۔

۷۲۔ گنڈا سنگھ: احمد شاہ درانی۔ (دہلی نئی)  
۷۳۔ بہکرت پھل از ڈاکٹر فقیر محمد فقیر (بکھے شاہ)  
۷۴۔ ابوالفضل: آئین اکبری جلد اول  
۷۵۔ تزک بابرزی (فارسی)

۷۶۔ تزک جہانگیری (فارسی)  
۷۷۔ محمد اسمعیل شطاری میرٹھی صفات الصفاۃ  
۷۸۔ رسالہ معارف اعظم گڑھ ماہ فروری ۱۹۳۳

۵۱۔ اورینٹل کانج میگزین ماہ نومبر ۱۹۳۳ء  
۵۲۔ اردو دار معارف اسلامیہ پنجاب یونیورسٹی  
لاہور جلد ۴ و جلد ۱۳/۲

۵۳۔ کلام سلطنت شاہ ناشرین پیکر لمیٹڈ لاہور  
(پاکستان)

۵۴۔ محمد اکبر علی صوفی: سلیم التواریخ۔  
۵۵۔ جناب محمد مسعود پروفیسر: شاہ محمد غوث  
گوالیاری مطبوعہ سندھ حیدر آباد  
(۱۹۶۴ء/۱۳۸۴ھ)

۵۶۔ غلام علی آزاد بلگرامی: ماثر الکرام  
۵۷۔ ملفوظات مخدوم (جلال الدین جہانیاں)  
۵۸۔ محمد علی فاروق: انگریز سرسکندر اور خاکسار  
تحریک۔

۵۹۔ نجم حسین نسید: پنجابی شاعری کے اسلوب  
۶۰۔ فقیر محمد فقیر: کلیات سلطنت شاہ مطبوعہ  
پنجابی ادبی اکیڈمی لاہور۔ (۱۹۶۰ء)

۶۱۔ محمد شفیع ڈاکٹر مرحوم میر بھلی شاہ قادری  
شطاری، قصوری و رضمیہ اورینٹل کانج  
میگزین مئی ۱۹۳۹ء۔

۶۲۔ عبدالرحمن چشتی صابری: مرام الاسرار اردو  
ترجمہ (لاہور ۱۹۸۳ء)



7-37  
 اور پندرہ

## تالیفات

- تذکرہ خواجہ خواجگان حضرت سید خاندان محمود المعروف بہ حضرت ایشان
- تذکرہ حضرت شاہ بلاؤں قادری
- تذکرہ حضرت امام سیدنا علی الحق رح (سیالکوٹی)
- لاہور کے دو قدیم صوفی (تذکرہ حضرت سید اسحاق گاروئی المعروف بہ حضرت میراں بادشاہ (مرقد مسجد وزیر خاں لاہور)، تذکرہ سید صوف لاہوری
- میر کارواں: تذکرہ حضرت خواجہ محمود بنوئی چشتی
- تذکرہ حضرت مولانا فخر الدین فخر جہاں دہلوی
- خواجگان چشت کاروشن چسراغ - تذکرہ حضرت حاجی بعل محمد دہلوی چشتی نظامی فخری
- محبوب خلیفہ حضرت شاہ فخر جہاں دہلوی
- تذکرہ حضرت فرید العصر میاں علی محمد خاں چشتی نظامی
- تذکرہ مولانا عبداللہ لدوزی میر پور آزاد کشمیر - وغیرہ وغیرہ

## چند آراء

مشائخ و صوفیاء اور بزرگان دین کے کارنامے ہماری تاریخ کا درخشاں باب ہیں لیکن ان کی طرف مناسب توجیہ نہیں دی گئی جسکے باعث مشائخ و صوفیاء اور اکابرین کے حالات اور خدمات پوری طرح عوام کے سامنے نہیں آسکے اس کمی کو دور کرنے کیلئے میاں اخلاق احمد نے قلم اٹھایا ہے وہ بڑی محنت، لگن اور تحقیق سے اولیائے کرام کے حالات پیش کر رہے ہیں۔ یقیناً یہ سلسلہ پسند کیا جائیگا اور میاں اخلاق احمد کی زیادہ سے زیادہ حوصلہ افزائی کی جائے گی۔ حضرت سید اسحاق گاروئی المعروف بہ حضرت میراں بادشاہ بڑے معروف بزرگ ہیں جو اپنے روحانی فیوض و برکات، دینی خدمات، علم و خلیق، زہد و تقویٰ میں شہرت رکھتے تھے۔ حضرت صوفی علم ظاہر و باطنی میں یکیت سے روزگار اور عارف کامل تھے۔ انکی ذات میں حیا و جلال کے دونوں پہلو تھے۔ آپ سے عوام نے خوب فیض حاصل کیا ان دونوں اولیائے کرام کی علمی و روحانی تعلیمات ہمارے لئے پورا غماز ہیں۔ میاں اخلاق احمد قابل مبارک باد ہیں کہ انہوں نے مستند ذرائع اور ماخذات استفادہ کرتے ہوئے اکابر دین کے حالات پیش کرنے کا سلسلہ جاری کر رکھا ہے (چنگاری ہفت روزہ لاہور 9 تا 15 مارچ 1983ء)

ZKIFA MUHAMMAD  
WYAT ALLAH QADIR  
KHAHMAH.